خطاب

جلسہ سالانہ ۲۷ دسمبر ۱۹۱۹ء

از

سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

خطاب حضرت فضل عمر خلیفۃ المسیح الثانی

(جو حضور نے سالانہ جلسہ کے موقع پر ۲۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کو مسجد نور قادیان میں فرمایا)

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○
بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○
وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ○ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ○ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ○ فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ ○ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ○ (الذّٰریٰت: ۵۶ تا ۶۱)

معذرت

پیشتر اس کے کہ میں اس مضمون کے متعلق کچھ بیان کروں جس پر بولنے کا آج میرا ارادہ ہے میں ان سب احباب سے جو بیرون جات سے تشریف لائے ہیں ایک معذرت کرتا ہوں۔ مجھے آج صبح ایک نہایت افسوس ناک خبر معلوم ہوئی ہے کہ بعض احباب کو آج رات جلسہ کے منتظمین نے بہت سخت اور ناجائز تکلیف دی ہے۔ اسلام نے علاوہ اس اخوت اسلامی کے جو ہر ایک مسلمان پر فرض کی گئی ہے مسلمانوں کے لئے اکرام ضیف بھی ایک فرض قرار دیا ہے۔ اور چونکہ اس فرض کو خدا تعالیٰ نے مقرر کیا ہے اس لئے کوئی انسان اسے مٹا نہیں سکتا۔ اور جو اس کے خلاف کرتا ہے وہ اپنے مہمان کی ہتک نہیں کرتا بلکہ اپنی ہتک بھی کرتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ حقوق کو کوئی نہیں مٹا سکتا۔ لوگ کہتے ہیں فلاں نے میری ہتک کی۔ فلاں نے میری ہتک کی۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ ہتک حق پر قائم ہوتے ہوئے

ہو ہی نہیں سکتی۔ دیکھو خدا تعالیٰ فرماتا ہے اِنِّیْ مُھِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ ۔ (تذکرہ صفحہ ۷۲۵ ایڈیشن چہارم) کہ اے مسیح موعودؑ جو تیری ہتک کا ارادہ کرتا ہے میں اس کی ہتک کروں گا۔ اس میں خدا تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ تیری عزت چونکہ میں نے قائم کی ہے تیری ہتک کوئی نہیں کرسکتا ہاں لوگ تیری ہتک کرنے کا ارادہ کریں گے اور جو ایسا ارادہ کریں گے میں ان کو سزا دوں گا اور ان کو ذلیل کروں گا۔

اکرامِ ضیف

تو چونکہ اکرام ضیف بہت بڑا فرض ہے اور جو اس میں کوتاہی کرتا ہے وہ بہت بڑے گناہ کا مرتکب ہوتا ہے۔ اس لئے ان لوگوں پر رحم کے طور پر جن کی طرف سے رات کو کوتاہی ہوئی ہے میں ان کی طرف سے آپ لوگوں سے معافی مانگتا ہوں۔ کیونکہ یہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ اس کی وجہ سے خدا تعالیٰ کا غضب بھڑک اٹھتا ہے۔

درحقیقت یہاں آنے والے لوگوں کی مہمان نوازی میرا فرض ہے۔ قرآن کریم میں رسول اللہ ﷺ کو خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ہم تجھ پر لڑائی فرض کرتے ہیں۔ آگے تم مؤمنوں کو تحریص و ترغیب دلاؤ[1] اس طرح چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قائم مقام ہونے کی وجہ سے یہ میرا فرض ہے کہ مہمانوں کی مہمان نوازی کروں۔ اس لئے احباب سے میں ہی معذرت کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا شکر

اس کے بعد میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے اپنے فضل سے پھر ہمیں یہ موقع دیا کہ اس جگہ اکٹھے ہوئے ہیں۔ درحقیقت بھائیوں بھائیوں کی ملاقات ایک بہت بڑی نعمت ہے حتیٰ کے نبیوں کو بھی اس کا احساس ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ آمین میں لکھتے ہیں کہ احباب جانے لگے ہیں اور ان کے جانے کی تکلیف محسوس ہوتی ہے اس طرح آنے سے خوشی بھی ہوتی ہے۔ پس جلسہ پر جو تقریریں وغیرہ ہوتی ہیں ان کو الگ رہنے دو۔ خود احباب کا ایک دوسرے سے ملنا بھی بہت بڑی خوشی کی بات ہے۔ اور اس کے لئے میں اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

انتظام سلسلہ کے محکمے

اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنے کے بعد میں احباب کو ان امور کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں جو سلسلہ کے انتظام اور نظم کے متعلق ہیں۔ میں نے پچھلے سالانہ جلسہ پر آپ صاحبان کو اطلاع دی تھی کہ سلسلہ کے کاروبار کو ایک انتظام کے ماتحت لانے کے لئے چند محکمے قائم کئے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک محکمہ تو تالیف و

[1] یٰۤاَیُّھَا النَّبِیُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَی الْقِتَالِ ۔۔۔۔۔۔ لَا یَفْقَھُوْنَ (الانفال: ۶۶)

اشاعت کا ہے جس کا کام مخالفین کے اعتراضات کے جواب لکھنا اور ان کو موزوں طریق سے شائع کرنا ہے۔ اور تبلیغ کرنا اور تبلیغ کے لئے سامان بہم پہنچانا ہے۔

دوسرا محکمہ تعلیم و تربیت کا ہے۔ جس کا کام جماعت کی تعلیم اور تربیت کی طرف توجہ کرنا ہے۔ تیسرا محکمہ بیت المال کا ہے۔ اور چوتھا محکمہ امور عامہ کا یعنی جماعت کے مختلف امور مثلاً نکاح شادیاں کرانا۔ گورنمنٹ سے معاملات اور تعلقات کا انتظام کرنا وغیرہ وغیرہ۔ اور پانچواں محکمہ قضاء کا ہے اور چھٹا افتاء کا۔

ان محکموں نے اس سال کیا کام کیا ہے۔ اس کے متعلق کل کام کرنے والے اپنے اپنے صیغہ کی رپورٹ آپ لوگوں کو سنائیں گے۔ لیکن اس کے علاوہ بعض باتیں ایسی ہیں جنہیں شائد وہ پیش نہ کرسکیں اس لئے میں سنا دیتا ہوں۔

درحقیقت اس انتظام کا پہلا سال ہونے کی وجہ سے نہ تو کام کرنے والے اور نہ کام کرانے والے اپنے اپنے کاموں کو اچھی طرح سمجھ سکے ہیں۔ پھر دفتروں کے ابتدائی کام مثلاً رجسٹر بنانا دفتروں کا انتظام کرنا وغیرہ باتوں کی وجہ سے جس طرح کام ہونا چاہئے تھا اس طرح نہیں ہو سکا۔ مگر باوجود اس کے کہ کام کرنے والے اکثر ایسے اشخاص ہیں جو اپنے اصلی فرائض کی ادائیگی کے علاوہ آنریری طور پر اس سلسلہ میں بھی کام کرتے ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے بہت دیانت داری اور ہوشیاری سے کام کیا ہے۔ اور یہ ذکر میں اس لئے کرتا ہوں کہ ان کا تعلق آپ لوگوں سے ہے اور آپ لوگ جب تک ان کی پوری ہمدردی اور امداد نہ کریں وہ کام نہیں کرسکتے۔ پس میں ان کارکنوں کی جو اَب کام کر رہے ہیں یا آئندہ کریں گے سفارش کرتا ہوں کہ آپ لوگ ان کے لئے دعائیں کریں۔ اور ہر طرح ان کو امداد دیں۔ ان کو خدا تعالیٰ نے دین کی خدمت کا موقع دیا ہے۔ اگر وہ اچھی طرح اور دیانت داری سے اس خدمت کو نباہیں گے تو وہی انعام پائیں گے جو خدا کے دین کی خدمت کرنے والے پہلے لوگوں نے پائے۔ اور اگر کوتاہی کریں گے تو اس کے نتیجہ میں جو کچھ ہو گا اس فقرہ کو میں ختم نہیں کر سکتا۔

امور عامہ کی کارگزاری

بہرحال بہت کچھ اس سال کام ہوُا ہے۔ امور عامہ کے متعلق ہی میں دیکھتا ہوں۔ گورنمنٹ کے تعلقات کے متعلق یہ سال ایسا خطرناک گزرا ہے کہ بڑے بڑے عقلمند اور سمجھدار اس رَو میں بہہ گئے جو گورنمنٹ کے خلاف چلی۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فضل تھا کہ یہ محکمہ بن گیا جس نے بہت بڑا کام کیا۔ خصوصاً پنجاب میں

ہی جو کچھ ہؤا اور اس کی وجہ سے جو بوجھ ہم پر پڑے اس کا ذکر میں اس لئے نہیں کروں گا کہ ہمارے دشمنوں کو پتہ نہ لگ جائے کہ کن ذریعوں سے وہ ہمیں نقصان پہنچا سکتے تھے۔ اس قسم کے خدشات کا ہمیں انتظام کرنا ہے مگر باوجود کام کی زیادتی اور اہم ذمہ داری اور بڑی بڑی مشکلات کے اس صیغہ کے ذریعہ ایسی عمدگی اور خوبی کے ساتھ گورنمنٹ کے سامنے اپنی خدمات اور حالات کو پیش کیا گیا کہ پنجاب کی گورنمنٹ کے آفیسر خوب اچھی طرح جان گئے ہیں کہ کس قدر تکالیف اور مشکلات اٹھا کر ہماری جماعت نے ان حالات میں وفاداری دکھلائی ہے۔ سیاسی طور پر اس سال جو کچھ ہؤا وہ گو اچھا نہیں ہؤا مگر ہمیں اس سے اس لئے خوشی ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی تھی کہ ایک وقت آئے گا جب کہ سارے کے سارے لوگ گورنمنٹ کے خلاف ہوں گے اور صرف میری جماعت ہی وفاداری پر قائم رہے گی۔ گورنمنٹ یہ کبھی نہیں سن سکتی تھی کہ حضرت مسیح موعودؑ کی لیکھرام کے متعلق پیشگوئی کس طرح پوری ہوئی۔ اسی طرح گورنمنٹ یہ بھی نہیں سن سکتی تھی کہ ڈوئی کے متعلق آپؑ نے جو پیشگوئی کی تھی وہ سچی نکلی۔ مگر گورنمنٹ نے سنا اور بہت اچھی طرح اس پیشگوئی کو سنا کہ ہماری جماعت وفادار رہے گی اور رہی کیونکہ یہ اس کے مطلب کی بات تھی۔

گورنمنٹ کے متعلق ہماری خدمات

نادان خیال کرتے ہیں کہ ہم گورنمنٹ کی وفاداری اپنے مطلب کے لئے کرتے ہیں۔ لیکن میں افراد کی خدمات کو علیحدہ کرکے یہ کبھی پسند نہیں کرتا کہ ہم جماعت کے طور پر گورنمنٹ کی خدمات اس خیال سے کریں کہ وہ ہمیں کچھ دے۔ اور اگر گورنمنٹ جماعت کے طور پر ہماری خدمات کے بدلے کچھ دے تو یہ ہماری قدردانی نہیں ہوگی بلکہ ہماری ہتک ہوگی اور یہ گورنمنٹ کی غلطی ہوگی۔ گورنمنٹ اگر کرے تو یہی کرسکتی ہے کہ جماعت کے رأس اور رئیس کو کوئی خطاب وغیرہ پیش کرے۔ لیکن اگر گورنمنٹ مجھے کوئی خطاب پیش کرے یا زمین دینا چاہے یا کچھ اور معاوضہ پیش کرے تو میں اسے اپنی سخت ہتک سمجھوں گا اور خیال کروں گا کہ گورنمنٹ نے ہماری نیتوں پر حملہ کیا ہے۔ کیونکہ ہم بطور جماعت کے جو کچھ کرتے ہیں وہ کسی معاوضہ کے لئے نہیں کرتے۔ بلکہ محض اس لئے کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی پوری ہو کہ صرف میری ہی جماعت وفادار رہے گی۔ تو یہ بہت بڑا کام تھا جو اس سال صیغہ امور عامہ نے کیا ہے۔

صیغہ بیت المال

اس کے علاوہ بیت المال کا کام ہے اور سب کام کرنے والوں سے زیادہ ناظر بیت المال کی میں تعریف کروں گا۔ آپ لوگوں کو یاد ہوگا گزشتہ سال جلسہ پر میں نے کہا تھا کہ آپ لوگ کیوں اس بوجھ کو میرے پر سے دور نہیں کرتے کہ صیغے کے افسر مجھے آکر کہتے ہیں کہ اتنے روپے کی ضرورت ہے اس کا کیا انتظام کیا جائے۔ اس وقت میں خدا تعالیٰ سے یہ دعا مانگتے ہوئے کہ میری تعریف کا ناظر بیت المال پر عُجب اور تکبر کا کوئی اثر نہ پڑے میں تعریف کرتا ہوں کہ بیت المال کے صیغہ کے متعلق یا تو روزانہ مجھے فکر لگی رہتی تھی کہ فلاں بل کہاں سے ادا ہو اور فلاں کہاں سے۔ مگر اس تحریک کے بعد جو میں نے آپ لوگوں کو کی اور ناظر بیت المال کی اس کے متعلق ذمہ داری اٹھانے کے بعد اس صیغہ نے ایسی ترقی کی کہ میں کہہ سکتا ہوں معجزانہ ہے۔ ستر اسّی ہزار روپیہ کی آمدنی کے مقابلہ میں دو لاکھ کی آمدنی ہو جانا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں جو جماعت اپنے امام کے مونہہ سے اتنی بات سن کر اتنا بڑا بوجھ اٹھا سکتی ہے وہ بہت بڑی ترقی کا بیج اپنے اندر رکھتی ہے اور بہت جلد ترقی کر سکتی ہے بشرطیکہ اس سے کوئی کام لے۔ ناظر بیت المال کی محنت کے بدلہ میں مَیں یہ پسند نہیں کروں گا کہ آج کل کے دستور کے مطابق تالیاں پیٹ دی جاویں یا واہ واہ کر دی جاوے کیونکہ اسلام کی یہ تعلیم ہے کہ کوئی ایسی بات نہ کی جائے جس سے فائدہ نہ ہو۔ پس میں کام کرنے والے کو جزاک اللہ کہتا ہوں اور اس کے لئے دعا کرتا ہوں۔ اور احباب سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس کے اخلاص اور ایمان کی ترقی کے لئے دعا کریں۔

باقی محکموں نے بھی اس سال اچھے کام کئے ہیں مگر چونکہ یہ نئے نئے تھے اور بیت المال کا صیغہ پرانا تھا۔ اس لئے دوسرے محکموں والے پورے طور پر کام نہیں کر سکے۔ مگر میں سمجھتا ہوں آئندہ وہ بہت عمدہ اور اچھی طرح کام کریں گے۔

میں نے ابھی کہا تھا کہ ان کے کاموں میں جماعت کے ہر فرد کا دخل ہے اور خصوصیت سے قادیان والوں کا۔ یہ چار پانچ شخص کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ اگر قادیان کے چھوٹے بڑے ان کی امداد نہ کرتے اور ساری جماعت ان کے کاموں میں شامل نہ ہوتی۔

پس میں جہاں ان کے لئے دعا کی تحریک کرتا ہوں وہاں ان تمام لوگوں کے لئے بھی کرتا ہوں جنہوں نے ان کا ہاتھ بٹایا اور ان کی امداد کی ہے۔ خدا تعالیٰ ان کی جانوں مالوں اور خدمت گزاری میں برکت دے۔

اخبارات سلسلہ کے ایڈیٹر

پھر خصوصیت سے کام کرنے والوں میں اخبارات کے ایڈیٹر ہیں جو خاص طور پر آپ لوگوں کی توجہ اور امداد کے مستحق ہیں۔ کئی ایک ان میں سے ایسے ہیں کہ گو ظاہری طور پر ان کا گزارہ ہوتا نظر آتا ہے مگر ان کی آمدنی یا ان کے اخباروں کی جو اشاعت ہے اس سے ان کا شریفانہ طور پر گزارہ کرنا بھی مشکل ہے۔ مگر باوجود اس کے انہوں نے اخبار جاری رکھے ہوئے ہیں اور کام کر رہے ہیں۔ اس لئے نہیں کہ انہیں بہت مال مل رہا ہے اور وہ بہت فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ بلکہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے یہ دین کا بوجھ اٹھایا ہؤا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ چھوڑ دیں۔ ورنہ ایک بھی ایسا اخبار نہیں کہ اس کا ایڈیٹر اس کے کام سے خاص طور پر مالی فائدہ اٹھا رہا ہو۔ پس میں جہاں ان کی خدمات کا ذکر کرتا ہوں وہاں ان کی مدد کی طرف بھی آپ لوگوں کو توجہ دلاتا ہوں۔ اور بڑے زور سے کہتا ہوں کہ موجودہ زمانہ میں اس اشاعت دین کے آلہ کی طرف توجہ نہ کرنا سخت کوتاہی ہے۔ حضرت صاحبؑ اخباروں کے متعلق کیا فرماتے اور ان کو کیا خطاب دیا ہؤا تھا۔ فرماتے بدر اور الحکم میرے دو بازو ہیں۔ اور چونکہ بازوؤں کے ذریعہ ہی کام ہو سکتا ہے۔ اس لئے اگر ان کی خبر گیری نہ کی گئی تو کام کس طرح ہو سکے گا۔ پس میں آپ لوگوں سے اخباروں کی سفارش کرتا ہوں کہ آپ انہیں خریدیں اور ان کے ایڈیٹروں کی مدد کریں۔ جو پڑھ سکتے ہیں وہ بھی اور جو خود نہیں پڑھ سکتے وہ بھی اخبار خریدیں اور دوسروں سے پڑھوا کر سنیں۔ میں نے اس کے متعلق پہلے بھی کہا تھا اور اب بھی کہتا ہوں مگر افسوس ہے کہ اس وقت تک بہت کم توجہ کی گئی ہے۔ اب پھر میں سفارش کرتا ہوں "الفضل" کی بھی کہ وہ ہماری جماعت کا آرگن ہے اس کی طرف توجہ کی جائے اور ریویو کی بھی۔ حضرت صاحبؑ نے اس کے متعلق جو کچھ کہا ہے میں اس سے زیادہ کیا کہہ سکتا ہوں۔ پھر نور' فاروق' تشحیذ' اور الحکم ہیں۔ یہ چاروں بہت عمدگی سے کام کرتے رہے ہیں۔ الحکم کے متعلق اس لئے کہتا ہوں کہ وہ ٹمٹماتے ہوئے چراغ کی طرح اس وقت تک اپنی کوشش جاری رکھے ہوئے ہے۔ اس کا یہ استقلال بھی قابل تعریف ہے۔ میں جانتا ہوں اس کی مالی حالت جو کچھ ہے۔ اور یہاں تک جانتا ہوں کہ اس کے چلانے والوں کی بعض اوقات فاقوں تک نوبت پہنچ جاتی رہی ہے۔ مگر انہوں نے اس حالت میں بھی ہمت نہیں ہاری اور خواہ چھ چھ ماہ اخبار نہ نکلے اس کے بند ہونے کا اقرار کبھی نہیں کیا تا یہ نہ کہا جاوے کہ حضرت صاحبؑ کے وقت کا اخبار بند ہو گیا۔ اگر اخبار چھ ماہ بھی نہ نکلے اور کوئی کہہ

دے کہ الحکم بند ہو گیا ہے تو شیخ صاحب اس سے لڑنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ سردیوں میں ان کے پاس کپڑے نہیں ہوتے کھانے کے لئے کچھ نہیں ہوتا مگر جب بھی ہاتھ میں کچھ آتا ہے اخبار جاری کر دیتے ہیں۔ بدر والوں پر مجھے افسوس ہے کہ انہوں نے حضرت صاحبؑ کے خطاب کی قدر نہیں کی۔ مگر الحکم کے متعلق اگر کوئی کہے کہ اس طرح جاری رکھنے سے کیا فائدہ۔ اسے بند ہی کر دو تو شیخ صاحب کہا کرتے ہیں حضرت صاحبؑ نے اسے اپنا بازو کہا ہے میں کس طرح بند کر دوں یہ بہت بڑا اخلاص ہے۔ اور جب تک انسان کو عرفان سے کچھ حصہ نہ ملا ہو ایسا نہیں کر سکتا۔

پھر نور ہے اس کا خاص کام ہے حضرت صاحبؑ نے اس تحریک کو اٹھایا کہ حضرت بابا نانکؒ مسلمان تھے۔ اس اخبار نے اس خوبی سے اس تحریک کو چلایا ہے کہ مخالف بھی اس کی تعریف کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ بھی جو ہماری مخالفت میں اتنے بڑھ گئے ہیں کہ اگر ہم کہیں خدا ہے تو وہ کہیں گے کہ اس کے ساتھ کوئی نہ کوئی اور شق لگ جائے تب ہم مانیں گے وہ بھی اس کی تعریف کرتے ہیں۔ اس اخبار کے بھی خریدار بہت تھوڑے ہیں جو افسوس کی بات ہے۔ الفضل جو جماعت کے گزٹ کی حیثیت رکھتا ہے اس کی تو بہت خریداری ہونی چاہئے۔ مگر ان دوسرے پرچوں کی بھی کم سے کم ایک ایک ہزار خریداری تو ہو اس سے کم نہیں ہونی چاہئے پہلے یہ حالت تھی کہ اگر اتنے آدمی سالانہ جلسہ پر آتے جتنے میرے سامنے فرش پر بیٹھے ہیں تو اس قدر خوشی ہوتی کہ حد ہی ہو جاتی۔ دراصل اس وقت آدمیوں کی زیادتی خوشی کا باعث نہیں ہوتی تھی بلکہ تازہ بہ تازہ نشان دیکھ کر ایمان بڑھتا تھا۔ اس وقت حضرت صاحبؑ نے رسالہ ریویو کی اشاعت کے لئے جو تحریک کی وہ دس ہزار کے لئے تھی۔ اس سے اندازہ کر لو کہ اب کس قدر تعداد کے لئے تحریک ہونی چاہئے۔ ہمارے دوست ریویو کی اشاعت کے لئے تحریک کیا کرتے ہیں کہ دس ہزار خریدار پیدا کر دو۔ میں کہتا ہوں اب تو خدا کے فضل سے جماعت بہت بڑھ گئی ہے اب دس ہزار کے لئے نہیں بلکہ تیس چالیس ہزار کے لئے تحریک ہونی چاہئے۔

تو میں احباب کو نور کی مدد کے لئے تحریک کرتا ہوں اور ان کی کتاب کی خریداری کے لئے بھی جس کا نام "باوا نانکؒ کا مذہب" ہے۔ یہ کتاب نہایت مفید اور تحقیق کے ساتھ لکھی گئی ہے۔ سکھوں میں اس کی اشاعت بہت مفید ہو سکتی ہے۔ پس دوستوں کو چاہئے کہ اس کی

اشاعت کی طرف بھی توجہ کریں۔

پھر فاروق ہے لیکن جہاں میں نے شیخ یعقوب علی صاحب کی تعریف کی ہے وہاں میر صاحب کی باوجود اس کے کہ وہ میر صاحب ہیں ایک رنگ میں مذمت ہی کروں گا۔ ابتداء میں فاروق نے غیر مبائعین کے متعلق بہت کام کیا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ جہاں الحکم نے گر کر یہ کہا کہ میں نہیں گرا۔ وہاں فاروق اب جس طرح نکلتا ہے اس کو دیکھ کر معلوم نہیں ہوتا کہ اس کے پیچھے کام کرنے والے میر صاحب ہیں بھی یا نہیں۔ اس کی ایک وجہ ہے اور وہ یہ کہ جب انسان دیکھتا ہے کہ اس کے کام کی قدر نہیں کی جاتی تو اس کا دل کام کرنے میں نہیں لگتا۔ مگر میر صاحب جس کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور پھر جس کے مریدوں میں شامل ہیں ان کو دیکھنا چاہئے کیا وہ لوگوں کے قدر نہ کرنے کی وجہ سے چپ ہو گئے۔ حضرت مرزا صاحبؑ کی ابتداء میں کون بات سنتا تھا مگر آپ خاموش کب ہوئے؟ میر صاحب کو اسی طرح اخبار جاری رکھنا چاہئے تھا جس طرح ابتداء میں چلایا تھا۔ اگر وہ ایسا کرتے تو وہ ضرور کامیاب ہوتے۔ اور جس غرض کے لئے اخبار جاری ہؤا تھا وہ ضرور پوری ہوتی۔ اس اخبار کی پہلی خدمات اور آئندہ کے لئے امید رکھتے ہوئے اس کی امداد کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔

پھر رسالہ تشحیذ ہے اس کو میں نے سب سے پیچھے اس لئے نہیں رکھا کہ وہ خدمات کے لحاظ سے پیچھے رہا ہے بلکہ اس لئے رکھا ہے کہ اس کو میں نے جاری کیا تھا۔ میں نے اس کا ذکر پیچھے اس لئے کیا ہے کہ تا میرا نفس یہ نہ سمجھے کہ خود جاری کرنے کی وجہ سے اس کا ذکر پہلے کر رہا ہوں۔ اس رسالہ نے پچھلے دنوں اچھا علمی کام کیا ہے اور خصوصاً شیعوں کے متعلق خادم حسین صاحب کے مضامین بہت اچھے شائع ہوئے ہیں۔ میرے نزدیک ان کی علمی قابلیت سے بھی زیادہ ان میں تحریر کی قابلیت ہے۔ اور خاص طرز کی ہے اور لوگ تو مخالفین پر دروازہ سے حملہ کرتے ہیں لیکن وہ ان کے گھر میں داخل ہو کر اور ان کے پاس چارپائی پر بیٹھ کر ان سے پوچھتے ہیں بتائیے آپ کب مکان خالی کریں گے اور ہمارے قبضہ میں دیں گے۔ یہ بہت عمدہ اور مفید طریق ہے۔ وہ بڑی عمدگی اور متانت سے شیعوں کی تعریف کر کے پُرزور مضامین لکھتے ہیں جس کا نتیجہ بہت اچھا نکلتا ہے۔ اس رنگ میں لکھنے سے شیعہ گالیاں نہیں دے سکتے اور نہ کچھ کہہ سکتے ہیں۔ ہمارے نوجوانوں کو یہ طرز سیکھنی چاہئے۔ ان کے مضامین کے علاوہ اور لوگوں کے مضامین بھی نکلتے رہتے ہیں۔ اختلاف کے وقت مسئلہ نبوت مسیح موعودؑ کے متعلق اس میں اچھے

مضامین شائع ہوتے رہے ہیں۔ مگر رسالہ کے خریدار کم ہیں اس کے لئے بھی میں امداد کی تحریک کرتا ہوں۔

میرا ارادہ ہے کہ آئندہ اخبارات اور رسالوں کے کام محدود کرکے الگ الگ تقسیم کر دوں۔ اب تو یہ ہوتا ہے کہ جو مضمون جس کو ملتا ہے وہی شائع کر دیتا ہے۔ تشحیذ سکھوں کے متعلق ملتا ہے تو اسی کو شائع کر دیتا ہے۔ آریوں کے متعلق ملتا ہے تو اسی کو چھاپ دیتا ہے۔ یہی فاروق کا حال ہے۔ لیکن اب میرا منشاء ہے کہ ان کے کام تقسیم کر دیئے جائیں۔ نور کا کام تو پہلے ہی تقسیم ہے کہ خاص طور پر سکھوں کے متعلق لکھتا ہے اس کے سپرد یہی کام رہے۔ فاروق کو بعض خاص مضامین سپرد کر دیئے جائیں۔ اسی طرح تشحیذ کو غیر احمدیوں اور خصوصاً شیعوں کے متعلق کام سپرد کیا جائے۔ اس کی ایک وجہ بھی ہے اور وہ یہ کہ ایک عرصہ ہؤا میں نے خواب میں دیکھا کہ بمبئی سے ایک تاجر کا خط آیا ہے جو کہ فرانسیسی میں ہے۔ مجھے فرانسیسی نہیں آتی مگر خواب میں مَیں نے وہ خوب اچھی طرح پڑھا ہے۔ اس میں وہ تاجر لکھتا ہے کہ تشحیذ خوب کام کر سکتا ہے مگر زمانہ کے حالات کے مطابق شیعوں کا رد نہیں کرتا۔ یہ خواب مجھے اس وقت آئی جب کہ میں خود تشحیذ کا ایڈیٹر تھا۔ اس وقت مجھے تو خدا تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت کے ماتحت شیعوں کے متعلق لکھنے کی توفیق نہیں ملی۔ مگر پھر تشحیذ نے شیعوں میں خوب کام کیا ہے۔ اس کو اسی کام میں لگایا جائے۔ اسی طرح محمد علی مونگھیری کا فتنہ ہے اس کے جواب میں جو کچھ لکھا جائے وہ بھی تشحیذ میں شائع ہو۔ میرا ارادہ ہے کہ شروع سال سے ایڈیٹروں کو ہدایات دے دوں۔ مگر اس وقت میں آپ لوگوں کو ہدایت دیتا ہوں کہ آپ لوگ ان کے اخباروں کی اشاعت کی طرف توجہ کریں۔ اور نہ صرف خود ہی خریدیں اور اپنی جماعت کو خریداری کی تحریک کریں بلکہ دوسرے لوگوں میں بھی تحریک کریں۔ جب وہ لوگ ہندوؤں کے اخبار خرید لیتے ہیں تو ہمارے کیوں نہ خریدیں گے۔ الفضل کا جب میں ایڈیٹر تھا اس وقت اس کے دو سو کے قریب غیر احمدی خریدار تھے۔ اس وقت سندھ سے میرے پاس ایک غیر احمدی کا خط آیا جس نے لکھا میری شادی ہوئے دس دن ہوئے ہیں۔ اور مجھے اپنی بیوی سے بہت محبت ہے لیکن اگر میری بیوی مرجاتی تو مجھے اتنی تکلیف نہ ہوتی جتنی اخبار کے وقت پر نہ پہنچنے سے ہوئی ہے۔ تو دوستوں کو دوسرے لوگوں میں اخبار خریدنے کی تحریک کرنی چاہیئے۔ ان کو اس طرح بہت فائدہ پہنچ جائے گا۔

بیرونی احمدی جماعتوں کی خدمات

اس کے بعد میں جماعتوں کی خدمات کا اعتراف کرتا ہوں مگر اس کے یہ معنے نہیں کہ صرف لفظی اعتراف کرتا ہوں بلکہ یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں ان کے کام سے ناواقف نہیں ہوں بلکہ آگاہ ہوں اور ان کے لئے دعا کرتا ہوں۔ کیونکہ جو کام وہ کر رہے ہیں وہ میرا کام کر رہے ہیں۔ میں ان کو بتاتا ہوں کہ ان کی خدمتیں میرے دل پر نقش ہیں اور ان کے لئے دعا کرتا ہوں۔ کیونکہ یہی میرے پاس اعلیٰ سے اعلیٰ بدلہ ہے جو میں انہیں دے سکتا ہوں۔ اور خصوصاً ہندوستان سے باہر کی جماعتوں کے لئے دعا کرتا ہوں کیونکہ وہ بہت سی مشکلات اور مصائب میں سے گزر رہی ہیں۔

جماعت احمدیہ سیلون

سیلون میں بہت قحط پڑا ہؤا ہے اور یہاں تک حالت ہو گئی ہے کہ میں نے اخبار میں پڑھا ایک شخص کا بچہ بھوکا مر رہا تھا۔ وہ صبح سے لے کر شام تک سرکاری دکان پر کھانا خریدنے کے لئے کھڑا رہا۔ لیکن بھیڑ اس قدر تھی کہ اسے نہ مل سکا۔ اور وہ خالی ہاتھ واپس چلا آیا۔ مگر وہاں کی جماعت ایسے نازک وقت میں بھی جس جوش اور اخلاص سے کام کر رہی ہے وہ بہت ہی قابل تعریف ہے۔ دیکھو یہاں لاکھوں کی جماعت میں چار پانچ اخباروں اور رسالوں کا چلنا مشکل ہو رہا ہے۔ مگر سیلون کی مٹھی بھر جماعت نے ایک انگریزی اخبار جاری کیا ہؤا ہے اور اپنا پریس بھی چلایا ہؤا ہے۔ اس کے متعلق مجھے معلوم ہؤا ہے کہ وہاں کی جماعت کے لوگ سارا دن تو اپنے کام کاج میں مشغول رہتے ہیں۔ لیکن رات کو اکٹھے ہو کر پریس کا کام کرتے ہیں۔ کوئی ایڈیٹری کا کام کرتا ہے، کوئی کمپوزیٹری کرتا ہے، کوئی پریس چلاتا ہے۔ اس طرح کام کر کے وہ اخبار چلا رہے ہیں۔ اور ایسے قحط کے زمانہ میں چلا رہے ہیں کہ لوگ فاقوں سے مر رہے ہیں۔ اس پریس اور اخبار کے بعض کارکنوں کو بھی بعض دفعہ فاقے کرنے پڑتے ہیں مگر وہ کام نہیں چھوڑتے۔

یہ ان کا دین کے ساتھ اخلاص اور محبت ہے۔ حالانکہ وہ ایسی جگہ کے رہنے والے ہیں جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات صادر نہیں ہوئے۔ ایمان کو تازہ کرنے والی حضرت مسیح موعودؑ کی باتیں انہوں نے نہیں سنیں۔ آپؑ کی تحریریں انہوں نے نہیں پڑھیں، کیونکہ وہاں کی زبان اردو نہیں۔ کبھی یہاں نہیں آئے مگر خدمت دین میں وہ ایسا نمونہ دکھلا رہے ہیں کہ ہمارے لئے قابل رشک ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ایسی مضبوط

جماعتیں اس نے غیر ممالک میں ہمیں دی ہیں۔

احمدیان سیلون اور مولوی محمد علی صاحب

ان کی مضبوطی کا پتہ اس سے لگ سکتا ہے کہ مولوی محمد علی صاحب نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام "اختلاف سلسلہ کی تاریخ" ہے۔ اس میں بڑے زور سے اپیل کرتے ہوئے انہوں نے لکھا ہے کہ اے وہ لوگو جنہوں نے مسیح موعودؑ کو دیکھا ہے آج فیصلہ کردو تاکہ اختلاف مٹ جائے۔ مگر یہ لکھا انگریزی میں ہے حالانکہ اکثر وہ لوگ جنہوں نے مسیح موعودؑ کو دیکھا ہے انگریزی نہیں جانتے۔ میں پوچھتا ہوں کہ گھٹیالیاں اور داتا زید کا جہاں پرانی جماعتیں ہیں وہاں کے کتنے لوگ اس کتاب کو پڑھ سکتے ہیں۔ پھر سیالکوٹ شہر میں کتنے لوگ ہیں جو اس کو پڑھ سکتے ہیں۔ پھر گجرات اور کھاریاں کی جماعت میں کتنے ہیں۔ شاہ پور کے چکوں میں کتنے ہیں جو اسے پڑھ سکتے ہیں؟ پھر یہاں قاضی سید امیر حسین صاحب، مولوی سید سرور شاہ صاحب، حافظ روشن علی صاحب پرانے آدمی ہیں۔ یہ اور ان کے علاوہ اور کتنے ہیں جو اسے پڑھ سکتے ہیں۔ لیکن کیسی عجیب بات ہے کہ اپیل تو ان لوگوں سے کی گئی ہے۔ لیکن کتاب لکھی انگریزی میں ہے۔ جس کے صاف معنے یہ ہیں کہ ان کے کھانے کے دانت اور ہیں اور دکھانے کے اور۔ اس کتاب کے لکھنے سے ان کی غرض یہ ہے کہ دیگر ممالک کے جو لوگ یہاں نہیں آتے اور اردو پڑھ نہیں سکتے وہ اس کتاب کو پڑھ کر ہم سے علیحدہ ہو جائیں اور ان سے مل جائیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ کتاب کسی فیصلہ کے لئے نہیں لکھی گئی بلکہ اس کے لکھنے کی غرض سیلون، ماریشس، سیرالیون، نائجیریا وغیرہ کے احمدیوں کو گمراہ کرنا ہے۔ لیکن جب یہ کتاب سیلون میں پہنچی اور یہاں سے اس کے متعلق دریافت کیا گیا تو وہاں سے جواب آیا کہ اس کتاب کے ذریعہ غیر احمدی ہماری اور زور سے مخالفت کرنے لگ گئے ہیں۔ مگر ہم پر اس کا کوئی اثر نہیں ہے۔ کتاب لکھنے اور بھیجنے والوں سے کہہ دیا جائے کہ ہم نے حق کو پا لیا ہے تمہاری ایسی کوششوں سے اب ہم اسے چھوڑ نہیں سکتے۔

پھر نائجیریا والوں کو لکھا گیا کہ اگر کوئی اس قسم کی کتاب پہنچی ہو اور اس کی وجہ سے آپ لوگوں کے دلوں میں کچھ شکوک پیدا ہوئے ہوں تو ان کے متعلق ہم سے دریافت کیجئے۔ اس کے جواب میں وہاں سے خط آیا تو یہ آیا کہ محمد علی کی فتنہ ڈالنے والی تحریر ہم پر کوئی اثر نہیں ڈال سکتی۔ ہم نے حضرت مرزا صاحبؑ کی نبوت کو خوب سمجھا ہؤا ہے۔ اور اسی ریویو آف

ریلیجنز کے ذریعہ ہی سمجھا ہے جس کے ایڈیٹر مولوی محمد علی صاحب تھے۔

بیرونی جماعتوں کے آدمیوں کا قادیان آنا

غرض ان جماعتوں میں بہت اخلاص اور جوش پایا جاتا ہے جو محض خدا کے فضل اور رحم سے ہے اور اس سال ان جماعتوں نے اور بھی ترقی کی طرف قدم بڑھایا ہے کہ اپنے آدمیوں کو یہاں پڑھنے کے لئے بھیجا ہے۔ سیلون سے پانچ آدمی اس سال آئے ہیں اور ایک پہلے کا آیا ہؤا ہے۔ ماریشس سے دو شخص پہلے سے آئے ہوئے ہیں اور دو اب جلسہ میں شامل ہونے کے لئے آئے ہیں۔

غرض ہماری دوسرے ممالک کی جماعتیں خاص طور پر ترقی کر رہی ہیں اور دن بدن بڑھ رہی ہیں۔ مگر ساتھ ہی ان کے راستہ میں مشکلات اور تکالیف بھی پیدا ہو رہی ہیں۔ اس لئے وہ خاص دعاؤں کی مستحق ہیں فی الحال یہ جماعتیں بہت چھوٹی چھوٹی ہیں لیکن انہوں نے بڑا بوجھ اٹھا رکھا ہے اور ایسا اعلیٰ اخلاص دکھلا رہی ہیں جسے قابل رشک نمونہ کہا جا سکتا ہے۔

افریقہ میں احمدیت

اس کے بعد میں آپ لوگوں کو دو خوشخبریاں سناتا ہوں۔ ایک تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ذریعہ ایک بہت بڑا کام کرانا چاہا ہے اور وہ یہ کام ہے کہ افریقہ کے ملک میں ۲۰ لاکھ کے قریب لوگوں کو عیسائی بنا لیا گیا ہے اور پادریوں نے کروڑوں روپے خرچ کر کے رئیسوں کے لڑکوں کو ورغلا کر وہاں سے نکالا ہے۔ وہاں کئی ایک چھوٹی چھوٹی ریاستیں ہیں ان کے شہزادوں کو عیسائی بنا لیا گیا جن کو طرح طرح کی لالچیں اور حرصیں دی گئی ہیں۔

مگر خدا تعالیٰ نے اس زمانہ میں حضرت صاحبؑ کو اور کاموں کے علاوہ اس فتنہ کو دور کرنے کے لئے بھی بھیجا ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے آپؑ کا نام آدمؑ رکھا ہے تاکہ جس طرح پہلے آدمؑ کو شیطان نے جنت سے نکالا تھا آپ اس شیطان کو دنیا سے نکالیں۔ پھر خدا تعالیٰ نے آپؑ کا نام عیسیٰؑ رکھا ہے تاکہ پہلے عیسیٰؑ کو تو یہودیوں نے سولی پر لٹکا دیا تھا۔ مگر آپؑ اس زمانہ کے یہودی صفت لوگوں کو سولی پر لٹکائیں۔ پس خدا تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ افریقہ جو مسلمانوں سے عیسائیوں کے ذریعہ نکل چکا ہے اب آپؑ کے ذریعہ مسلمانوں کو دلائے۔ اور خدا تعالیٰ کی غیرت کا وقت آ گیا ہے۔ اب سے پہلے خدا خاموش بیٹھا رہا اور اسی طرح بیٹھا رہا ہے جس طرح صیاد جال کے نیچے دانہ ڈال کر بیٹھا رہتا ہے۔ اور جانوروں کو وہ دانہ جس پر اس کی قیمت لگی

ہوتی ہے چننے دیتا ہے۔ مگر اب جب دنیا نے اپنی غلطی سے سمجھ لیا ہے کہ اسلام مٹنے والا ہے خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ اسے اکناف عالم میں پھیلا دے۔ ہمارا مشن جو ولایت گیا ہؤا ہے وہ انگریزوں کو مسلمان کر رہا ہے۔ مگر ان کے مسلمان ہونے سے ہمیں کوئی خاص خوشی نہیں ہے کیونکہ دین کے متعلق ان لوگوں کی طبیعتیں بہت مسخ ہو چکی ہیں۔ اور ان کے دلوں پر جو زنگ لگ چکا ہے وہ بہت دیر کے بعد اترے گا۔ وہ لوگ آخر مسلمان ہوں گے اور حقیقی مسلمان ہوں گے کیونکہ ان کے متعلق رسول کریم ﷺ کی پیشگوئی ہے۔ اور اسی لئے ہم ان کو مسلمان بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مگر ان کی اصلاح میں دیر لگے گی۔ لیکن یہ کام جو افریقہ کے ان رئیس زادوں کو اسلام میں لانے کا ہمارے مبلغوں نے کیا ہے وہ بہت قابل قدر ہے۔ اب تک دو رئیس زادے مسلمان ہو چکے ہیں۔ اور ان کی منشاء ہے کہ واپس اپنے ملک میں جا کر اسلام کی تبلیغ کریں۔ اس کے ساتھ ہی ایک اور ہوا چلی ہے اور وہ یہ ہے کہ افریقہ میں ایک سوسائٹی قائم کی ہوئی ہے۔ اور اس نے ہمارے مبلغوں کو لکھا ہے کہ ان میں سے کوئی یہاں آئے۔ اور اسلام کی تبلیغ کرے۔ یہ بہت امید افزا بات ہے۔

چھوٹی باتوں سے اہم نتائج

دوسری ایک اور خوش خبری ہے اور گو بات معمولی ہے مگر مؤمن معمولی باتوں سے بھی بڑے بڑے نتائج نکال لیا کرتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب مسلمانوں نے ایران پر چڑھائی کی۔ اور ایران کی حکومت نے سمجھا کہ یہ بدو لوگ ہیں ہمارا کیا بگاڑ سکتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے ان کے ملک میں قحط پڑا ہے اور یہ بھوکے مرتے یہاں آگئے ہیں۔ یہ خیال کر کے بادشاہ ایران نے اپنے حاکموں کو پیغام بھیجا کہ ان لوگوں میں اعلان کر دو کہ ہر ایک سپاہی کو دو دو اشرفیاں انعام دیا جائے گا اور سرداروں کو زیادہ انعام ملے گا۔ تم لوگوں کو چاہئے کہ انعام لے کر واپس چلے جاؤ۔ یوں کیوں لڑتے اور اپنی جانیں ضائع کرتے ہو اگر لڑو گے تو مارے جاؤ گے تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ انعام لے کر واپس چلے جاؤ۔ اس کے جواب میں مسلمانوں نے کہلا بھیجا کہ ہم روپوں کے لئے یہاں نہیں آئے۔ تم نے ہم پر حملہ کیا تھا اور اب ہم یہ بتانے آئے ہیں کہ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ جب بادشاہ نے یہ جواب سنا تو کہنے لگا عجیب آدمی ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ان میں سے چند ایک منتخب ہو کر میرے پاس آئیں میں ان سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے ایک مٹی کا بورا بھروا کر اپنے پاس رکھ چھوڑا۔ اور مسلمانوں کے قائم مقاموں کو بُلوا بھیجا۔ جب وہ

اس کے پاس گئے تو اس نے کہا تم میرا ملک لینے کے لئے آئے ہو گے۔ لیکن یاد رکھو اس مٹی کی تھیلی کے سوا تمہیں کچھ نہیں دوں گا۔ ایک صحابیؓ نے اس مٹی کی بوری کو اٹھا لیا اور بڑے زور سے اللہ اکبر کا نعرہ مار کر کہا۔ بادشاہ نے ایران کی زمین اپنے ہاتھ سے ہمیں دے دی۔ مسلمان نعرے مارتے چلے گئے۔ اور چونکہ وہ عربی بولتے تھے اس وقت بادشاہ کچھ نہ سمجھا۔ پیچھے جب ترجمان نے سمجھایا تو کہنے لگا یہ بد شگونی ہوئی ہے۔ ان کو پکڑو مگر اتنے میں وہ اپنے لشکر میں جا چکے تھے۔ (البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ صفحہ ۴۲-۴۳ مطبوعہ بیروت)

تو بادشاہ ایران نے مسلمانوں کو جو مٹی دی تھی وہ مٹی نہ تھی بلکہ ایران کی سرزمین تھی۔ پس چھوٹی باتوں کے بھی اہم نتائج نکل آیا کرتے ہیں۔

ولایت میں ایک نَو مسلمہ کے بچے کا ختنہ

اس بات کو مدّ نظر رکھ کر میں یہ خوشخبری سناتا ہوں کہ ولائت سے خبر آئی ہے۔ ولائت کی ایک نَو مسلمہ نے اپنے لڑکے کا ختنہ کرایا ہے۔ شاید کہا جائے کہ ختنہ تو کئی ہندو بھی کراتے ہیں۔ یہاں بھی ہندوؤں کا ایک گھر ہے جو ختنہ کراتا ہے۔ پھر ابو جہل کا بھی ختنہ ہؤا تھا۔ اور بھی عرب کے لوگ ختنہ کراتے ہیں پھر یہ خوش خبری کیا ہوئی؟

ختنہ کی اہمیت

اس کے سمجھانے کے لئے میں آپ لوگوں کو آج سے ۴ ہزار سال پیچھے اس زمانہ میں لے جانا چاہتا ہوں جس میں وہ نبی معبوث ہؤا جس کا نام ابراہیمؑ تھا۔ وہ ایسا نبی ہؤا ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے اس کی اولاد میں نبوت رکھ دی۔ وہ نبی ہؤا۔ اس کا بیٹا نبی ہؤا۔ اس کا بیٹا نبی ہؤا۔ اس کا بیٹا نبی ہؤا۔ اور اسی نبی کی اولاد سے نبوت کا ایک سلسلہ چلا جو حضرت عیسیٰؑ پر آکر ختم ہؤا۔ اور دوسرے بیٹے کی اولاد سے دوسرا سلسلہ چلا۔ جس کے آخر میں وہ نبیؐ آیا کہ اس کے سلسلہ کو مٹانے کی کسی میں طاقت نہیں ہے اور یہ سلسلہ قیامت تک چلے گا۔ اور قیامت کے دن اسی نبی کے پاس تمام بنی آدم جائیں گے کہ ہماری شفاعت کیجئے۔ قیامت کے دن انبیاءؑ کے متبعین کا اپنے اپنے نبیؑ سے مایوس ہو کر رسول کریم ﷺ کے پاس شفاعت کے لئے جانے کی یہی وجہ ہے کہ اس طرح سب لوگوں کو آپؐ کی امت بنا دیا جائے۔

پس وہ نبیؐ جو تمام نبیوں کا سردار اور خاتم النّبیّنؐ ہے۔ وہ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد سے پیدا ہؤا ہے۔ جنہیں خدا نے ان کی دینی خدمات کی وجہ سے خاص طور پر برکت دی ہے۔ اور آپؐ

سے عہد کیا ہے کہ تیری امت کو برکت دوں گا۔

حضرت ابراہیمؑ اور خدا کے درمیان عہد

چنانچہ پیدائش باب ۱۷ میں آتا ہے۔ حضرت ابراہیم کو خدا نے کہا۔

"میں اپنے اور تیرے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ان کے پشت در پشت کے لئے اپنا عہد جو ہمیشہ کا عہد ہو۔ کرتا ہوں۔" (پیدائش باب ۱۷ آیت ۷ برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی انار کلی لاہور مطبوعہ ۱۹۲۲ء) وہ عہد کیا ہے یہ۔

"کہ میں تیرا اور تیرے بعد تیری نسل کا خدا ہوں گا۔"

مطلب یہ کہ تیرے اور تیری نسل کے لئے اپنی شان ظاہر کروں گا۔ پھر فرماتا ہے۔

"پھر خدا نے ابراہام سے کہا۔ کہ تو اور تیرے بعد تیری نسل پشت در پشت میرے عہد کو نگاہ رکھیں۔" (پیدائش باب ۱۷ آیت : ۹ برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی انار کلی لاہور مطبوعہ ۱۹۲۲ء)

یعنی تم پر اس عہد کی پابندی کرنا ضروری ہے۔ اور وہ عہد یہ ہے کہ:۔

"اور میرا عہد جو میرے اور تمہارے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ہے۔ جسے تم یاد رکھو۔ سو یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک فرزند نرینہ کا ختنہ کیا جائے۔ اور تم اپنے بدن کی کھلڑی کا ختنہ کرو۔ اور یہ اس عہد کا نشان ہو گا جو میرے اور تمہارے درمیان ہے۔" (پیدائش باب ۷ آیت ۱۰، ۱۱ برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی انار کلی لاہور مطبوعہ ۱۹۲۲ء)

اس عہد کے ماتحت رسول کریم ﷺ نے اپنی ساری امت میں ختنہ جاری کیا۔ اس کے خلاف کرنے والوں کے متعلق آتا ہے۔

"میرا عہد تمہارے جسموں میں عہد ابدی ہو گا۔ اور وہ فرزند نرینہ جس کا ختنہ نہیں ہؤا۔ وہی شخص اپنے لوگوں میں سے کٹ جائے کہ اس نے میرا عہد توڑا۔" (پیدائش باب ۱۷ آیت ۱۳، ۱۴ برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی انار کلی لاہور مطبوعہ ۱۹۲۲ء)

اس سے معلوم ہؤا کہ خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ سے یہ عہد کیا تھا۔ کہ "میں تیرا اور تیرے بعد تیری نسل کا خدا ہوں گا۔" اور اس کے مقابلہ میں حضرت ابراہیمؑ اور ان کی اولاد سے یہ عہد لیا تھا۔ کہ "تم میں سے ہر ایک فرزند نرینہ کا ختنہ کیا جائے۔" اور جو ایسا نہ کرے اس کے متعلق فرمایا تھا۔ کہ "وہ فرزند نرینہ جس کا ختنہ نہیں ہؤا۔ وہی شخص اپنے لوگوں میں

سے کٹ جائے۔"

اس عہد کی خلاف ورزی

اس عہد پر حضرت اسماعیلؑ اور حضرت اسحاقؑ کی نسل میں عمل ہوتا رہا۔ مگر اس کے خلاف رومیوں باب ۳ آیت ۳۰ (برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی انار کلی لاہور مطبوعہ ۱۹۲۲ء) میں لکھا ہے۔ کہ

"ایک ہی خدا ہے۔ جو مختونوں کو بھی ایمان سے اور نامختونوں کو بھی ایمان ہی کے وسیلہ سے راست باز ٹھہرائے گا۔"

اس سے تو اتنا ہی معلوم ہوتا ہے کہ مختون اور نامختون مساوی ہیں۔ اور اگر ختنہ نہ کرایا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن پھر کہا گیا ہے کہ۔

"پس کیا یہ مبارک بادی مختونوں ہی کے لئے ہے یا نامختونوں کے لئے بھی؟ کیونکہ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ ابراہیمؑ کے لئے اس کا ایمان راست بازی گنا گیا۔ پس کس حالت میں گنا گیا؟ مختونی میں یا نامختونی میں؟ مختونی میں نہیں بلکہ نامختونی میں۔" (رومیوں باب ۴۔ آیت ۹، ۱۰ برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی انار کلی لاہور مطبوعہ ۱۹۲۲ء)

گویا اس طرح یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ نامختونی کی حالت مختونی کی حالت سے اچھی ہے۔ کیونکہ ابراہیمؑ کے لئے اس کا ایمان اور راست بازی نامختونی کی حالت میں ہی گنی گئی۔

تو معلوم ہؤا کہ حضرت ابراہیمؑ سے خدا تعالیٰ نے یہ عہد لیا تھا کہ تم میں سے ہر ایک فرزند نرینہ کا ختنہ کیا جائے۔ مگر حضرت مسیحؑ کے ماننے کا دعویٰ کرنے والوں میں سے ایک شخص جس نے دوسری قوموں میں عیسائیت کی اشاعت کی وہ کہتا ہے کہ نامختونی بہتر ہے۔ اور اس کے لئے جو دلیل دیتا ہے اس کے سمجھنے کے لئے خاص ہی قسم کے دماغ کی ضرورت ہے۔ کیونکہ یہ ایسی ہی بات ہے۔ جیسے کوئی ٹھوکر کھا کر چارپائی پر بیٹھ جائے تو کہے کہ ٹھوکر چارپائی سے اچھی ہے۔ یا اِدھر اُدھر بھُولا پھرنے کے بعد اسے کوئی دوست مل جاوے تو کہے کہ چونکہ دوست کا ملنا ایک نعمت ہے اور یہ بھولنے پر ملی ہے اس لئے بھُولنا اچھا ہے۔ تو یہ دلیل جو کچھ ہے وہ تو ہے ہی۔ مگر اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی نسل میں خدا تعالیٰ کی طرف سے جو انعام کی علامت مقرر کی گئی تھی اس کو اس نے مٹا دیا اور عیسائیوں میں اس کا نام و نشان نہ رہنے دیا۔

حضرت مسیح موعودؑ کے حواری رسم ختنہ کو جاری کریں گے

مگر جس طرح حضرت مسیح موعودؑ

نے کہا ہے کہ یہودیوں نے پہلے مسیحؑ کو تو صلیب پر لٹکا دیا تھا۔ مگر مجھے اس لئے بھیجا گیا ہے کہ میں صلیب کو توڑ دوں۔ اس طرح میں کہتا ہوں پہلے مسیحؑ کے حواریوں نے تو اس رسم کو مٹا دیا جو خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی نسل کے لئے قرار دی تھی۔ مگر اس مسیحؑ کے حواری اس کو پھر جاری کریں گے۔ اور اس رسم کا اجراء یورپ میں اسلام کے لئے خاص برکت کا موجب ہو گا۔ اور اب جب کہ اس احمدی خاتون نے جس کا ابھی میں نے ذکر کیا ہے محض خدا کے لئے اپنے لڑکے کا ختنہ کرایا ہے نہ کہ کسی بیماری وغیرہ کی وجہ سے۔ تو میں آج کہہ سکتا ہوں کہ اس عہد کے موافق جو خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ اور ان کی نسل سے کیا تھا اور اس وعدہ کے مطابق جو خدا تعالیٰ نے توریت اور قرآن کریم اور حضرت مسیح موعودؑ سے کیا خدا ہمارا اور ہماری نسلوں کا خدا ہو گا۔ اور ہمارے لئے اپنی شانِ خدائی ظاہر کرے گا۔ پس بلحاظ واقعہ کے یہ چھوٹی سی بات ہے۔ لیکن بلحاظ نتائج کے اتنی ہی بڑی ہے۔ جتنی مٹی کی بوری کو دیکھ کر صحابیؓ نے یہ نتیجہ نکالا تھا کہ کسریٰ نے ایران کی زمین ہمارے حوالہ کر دی۔

جماعت احمدیہ کے اندرونی مخالفین

اس کے بعد میں اپنے دوستوں کی توجہ جماعت کے اختلاف کی طرف پھیرتا ہوں۔

یہ نہایت افسوس کی بات ہے اور آپ لوگوں میں سے ہر ایک کو افسوس ہو گا کہ ہم میں سے کچھ لوگ نکل کر دوسری طرف چلے گئے ہیں۔ اور ہر سال ان کی طرف سے ہم پر نئے سے نئے حملے ہوتے ہیں۔ بڑی بڑی گالیاں ہمیں دی جاتی ہیں۔ ہماری نیتوں ہماری دیانتوں اور ہمارے عقیدوں پر حملے کئے جاتے ہیں۔ اور ہر رنگ میں ہمیں نقصان پہنچانے کے لئے کوششیں کی جاتی ہیں۔ ہمارے دشمنوں کو ہمارے خلاف بھڑکایا جاتا ہے۔ ہمارے عقائد برے سے برے طریق سے پیش کئے جاتے ہیں۔ ہماری طرف سے ان کو جواب دیا جاتا ہے مگر ہمارے لوگ متانت اور سنجیدگی کو مدّنظر رکھتے ہیں۔ اور اگر کوئی سختی کرتا ہے تو میں اسے سمجھا دیتا ہوں۔ مگر ان کی طرف سے ہمارے ساتھ بہت سختی کی جاتی ہے۔ لیکن اب خدا تعالیٰ کی طرف سے کچھ ایسے نشان ظاہر ہو رہے ہیں۔ جن سے خدا دکھا رہا ہے کہ نیت کس کی خراب ہے۔ میرے متعلق کہا جاتا ہے کہ میں سازش کر کے خلیفہ بن گیا ہوں۔ مگر کئی لاکھ کی جماعت میں سے کوئی ہے جو یہ کہہ سکے کہ میں نے کبھی خلافت کی خواہش کی اور اس کے لئے کوئی کوشش کی؟ اگر کوئی ہے تو خدا کے لئے بتائے۔ مگر اس کے مقابلہ میں ایسے لوگ نہیں بلکہ ایسی جماعتیں مل

سکتی ہیں جن کی طرف سے مجھے کہا گیا کہ ہم ان لوگوں سے نہیں مل سکتے۔ اگر کوئی ایسا وقت آئے جب کہ ہمیں ان میں سے کسی کو خلیفہ ماننا پڑے تو ہم کسی اور کو مان لیں گے مگر ان کو نہیں مانیں گے۔ مگر میں نے ان کو یہی کہا کہ خواہ کچھ ہو میں جماعت میں اختلاف پسند نہیں کرتا۔ میں ان میں سے جو خلیفہ ہو گا اس کی بیعت کر لوں گا۔ مگر خدا کچھ اور چاہتا تھا اور جو کچھ وہ چاہتا تھا وہی ہؤا۔

تو ان لوگوں کا ہماری نیتوں پر حملہ کرنا دراصل خدا تعالیٰ پر حملہ کرنا ہے کیونکہ یہ دل کی حالت کو نہیں جانتے۔ رسول کریمؐ فرماتے ہیں۔ هَلْ شَقَقْتَ قَلْبَهُ ☆ کیا تم جس انسان کی نیت پر حملہ کرتے ہو اس کا دل پھاڑ کر تم نے دیکھ لیا ہے؟

ہماری نیتوں پر غیر مبائعین کے حملے

ان لوگوں نے ہماری نیتوں پر بے جا حملے کئے۔ مگر اب خدا تعالیٰ نے ان کی نیتوں کو کھول کر رکھ دیا ہے۔

ان کی طرف سے اعلان ہؤا تھا کہ مسیح موعودؑ کے بعد کسی کو ہم اس لئے خلیفہ نہیں مان سکتے کہ خلیفہ کا خلیفہ نہیں ہو سکتا۔ پھر انہوں نے کہا کہ واجب الاطاعت خلافت کوئی شرعی مسئلہ نہیں ہے۔ خلیفہ یا تو بادشاہ ہو سکتا ہے یا مأمور اور جو ایسا نہ ہو وہ اسلامی طور پر خلیفہ نہیں کہلا سکتا۔ پھر مولوی محمد علی صاحب نے اپنے ایک ٹریکٹ میں لکھا کہ ہم مولوی صاحب کے الفاظ کا احترام کرنے کے لئے کہتے ہیں انجمن کا پریذیڈنٹ بنا لیا جائے اور وہ امیر ہو۔ بس اسے امارت کا حق ہو اور کچھ نہ ہو۔ ہم ان کی نیتوں پر حملہ نہیں کرتے کہ ان کی مرضی خود یہ حق حاصل کرنے کی تھی۔ لیکن جب وہ خود اپنی مرضی کا اظہار کر دیں تو ہمارا اس میں کیا دخل ہے۔

مسئلہ خلافت اور غیر مبائعین

پچھلے ہی دنوں میرا ایک حدیث کا درس غلط طور پر رسالہ تشحیذ میں چھپ گیا۔ جس میں اس بات کا ذکر تھا کہ اگر ایک خلیفہ کی موجودگی میں کوئی دوسرا شخص خلافت کا دعویٰ کرے تو وہ واجب القتل ہوتا ہے۔ اس پر ان لوگوں نے جھٹ شور مچا دیا کہ مولوی محمد علی صاحب کے قتل کا فتویٰ دے دیا گیا۔ اب یہ امر دو حالتوں سے خالی نہیں۔ اول اگر مولوی محمد علی صاحب خلیفہ ہیں تو پہلے انہوں نے جھوٹ کہا کہ خلیفہ کا خلیفہ نہیں ہو سکتا۔ اور اگر وہ خلافت کے مدعی نہیں تو اب جو شور مچایا جاتا

☆ مسلم کتاب الایمان باب تحریم قتل الکافر بعد ان قال لا الٰہ الا اللہ میں اس طرح ہے "اَفَلَا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهٖ"۔

ہے یہ بالکل جھوٹا شور ہے۔ مگر اس پر ان لوگوں نے بڑا شور مچایا حالانکہ بات بالکل صاف تھی۔ لیکن باوجود اس کے کہ وہ کہہ سکتے تھے کہ میں نے مولوی محمد علی صاحب کو خلیفہ قرار دے کر ان کے قتل کا فتویٰ دے دیا ہے۔ چنانچہ ان کی طرف سے یہ کہا بھی گیا۔ مگر یہ بھی بالکل غلط ہے۔ کیونکہ میں اپنے مضامین میں لکھ چکا ہوں کہ وہ خلافت کے مدعی نہیں ہیں۔ مگر ہم اسے بھی چھوڑتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے ان کو اس سے بھی زیادہ شرمندہ کرایا ہے اور ان کی نیتوں کو ظاہر کر دیا ہے۔ اور وہ اس طرح کہ تھوڑا ہی عرصہ ہوا پنجاب کے مسلمانوں کی طرف سے موجودہ لاٹ صاحب پنجاب کو ایک ایڈریس پیش کیا گیا تھا۔ اس میں لکھا تھا کہ ہم سب مسلمانوں کی طرف سے درخواست کرتے ہیں کہ سلطان ترکی جو ہمارا خلیفہ ہے اس کے حقوق کی حفاظت کی جائے۔ ان درخواست کرنے والوں میں غیر مبائعین کی انجمن کے سیکرٹری صاحب بھی شامل تھے۔

پھر اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ ووکنگ مشن کی طرف سے ایک جلسہ کی دعوت مولوی صدرالدین کی طرف سے دی گئی اور دعوتی رقعہ میں لکھا گیا کہ یورپ ہمارے خلیفہ سلطان ترکی کے حقوق چھیننے کی تیاریاں کر رہا ہے ان کی حفاظت کے لئے یہ جلسہ کیا جائے گا۔

بہرحال یہ لوگ خلافت کے قائل تو ہو گئے۔ مگر کون سی خلافت کے؟ اس کے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے پیروؤں میں سے تو کسی کو حاصل نہیں ہو سکتی ہاں آپؑ کے منکروں میں سے خلیفہ ہو سکتا ہے۔ بہت اچھا ایسا ہی سہی مگر اس پر بھی بس نہیں کی۔ خدا تعالیٰ نے انہیں اور طرح بھی پکڑا ہے۔ ابھی تازہ خبر آئی ہے کہ لندن میں مسلمانوں کا ایک بڑا جلسہ ہوا جس میں یہ تجویز پیش کی گئی کہ خلافت مسلمانوں کا مذہبی مسئلہ ہے گورنمنٹ کو اس میں دخل نہیں دینا چاہئے۔

اس جلسہ کے پریزیڈنٹ ایک انگریز ڈاکٹر لیون تھے۔ وہ کسی وجہ سے جلسہ میں نہ آسکے اور مولوی صدر الدین صاحب اس جلسہ کے پریزیڈنٹ ہوئے۔ چودھری فتح محمد صاحب کو بھی اس میں مدعو کیا گیا تھا۔ سوال و جواب کے وقت چودھری صاحب نے ڈاکٹر عبدالمجید صاحب سے جنہوں نے تقریر کی تھی۔ پوچھا۔

کیا مسئلہ خلافت ایک مذہبی سوال ہے؟ ڈاکٹر عبدالمجید صاحب نے جواب دیا۔ ہاں۔ مذہبی سوال ہے۔ اور خلافت اسلام کا ایک اہم اور ضروری جزو ہے۔ چودھری صاحب نے اس پر

بس نہیں کیا اور پوچھا کیا خلیفہ کی اطاعت لازم اور ضروری ہے؟ ڈاکٹر عبدالمجید نے مولوی صدرالدین صاحب سے جواب کی اجازت لے کر کہاہاں ضروری ہے۔ اس سوال و جواب سے دونو باتیں حل ہو گئیں کہ مسلمانوں میں خلیفہ ہو اور ہو بھی واجب الاطاعت۔ کہتے ہیں کوئی شخص ساری رات زلیخا کا قصہ پڑھتا رہا جب صبح ہوئی تو اس نے پوچھا۔ زلیخا عورت تھی یا مرد؟ ہم کہتے ہیں یہی بات ان لوگوں نے کی ہے۔ اس وقت تک ہم سے اتنا جھگڑا کرتے رہے اور سمجھا ہی نہیں کہ ہم کیا کہتے رہے ہیں۔ ہم بھی تو یہی کہتے تھے کہ خلافت اسلام کا ایک اہم اور ضروری جزو ہے اور خلیفہ کی اطاعت لازم ہے۔ مگر ہمارے کہنے سے تو ان لوگوں نے نہیں سمجھا۔ اور اب انہیں مجبور کر کے خدا انہی کے مونہوں سے یہ بات کہلوا رہا ہے۔

ہماری مخالفت میں خواجہ صاحب کی سرگرمی

دوسری ایک اور بات ہے اور وہ یہ کہ پچھلے کچھ دنوں سے خواجہ کمال الدین صاحب نے آکر غیر مبائعین کے مشن میں خاص حصہ لینا شروع کر دیا ہے۔ اور مولوی محمد علی صاحب کے بازو بنے ہوئے ہیں۔ اور انہوں نے اپنا وہی پرانا وعظ شروع کیا ہؤا ہے۔ جو اظہار حق نامی خفیہ ٹریکٹ میں کسی نے حضرت خلیفہ اول ؓ کو بہت سی گالیاں دے کر درج کیا تھا اور وہ یہ کہ خلیفہ کی بیعت کرنا انسان پرستی ہے۔ اس وقت تو خواجہ صاحب کے ساتھیوں نے اعلان کر دیا تھا کہ یہ ہمارا مذہب نہیں ہے۔ مگر اب خواجہ صاحب وہی بات کہہ رہے تھے۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ جتنے نبی دنیا میں آئے وہ انسان پرستی کو مٹانے کے لئے آئے۔ پھر کہتے ہیں یہ جو دنیا میں انسان پرستی پائی جاتی ہے اس میں سب سے زیادہ حصہ انبیاءؑ اور اولیاءؒ کی اولاد کا ہوتا ہے۔ اس لئے میں جماعت احمدیہ کو متنبہ کرتا ہوں کہ اس میں داخل ہونے والے لوگ کیوں احمق ہو گئے ہیں کہ انہوں نے انسان پرستی شروع کر دی ہے۔ ایک خلیفہ کی بیعت کرنا جماعت احمدیہ کی حماقت ہے یا خواجہ صاحب کی؟ یہ لمبا سوال ہے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ ہماری جماعت میں سینکڑوں آدمی ایسے ہیں جو باوجود اس کے کہ ایک لفظ بھی نہیں پڑھے ہوئے تاہم خواجہ صاحب کا ناطقہ بند کر سکتے ہیں۔ پھر جو شخص خدا تعالیٰ کے کلام کا اتنا بھی حق نہیں سمجھتا کہ اسے دنیا میں شائع کیا جاوے اور آج بھی اس کی اشاعت کو روکتا ہے وہ کیا حق رکھتا ہے کہ جماعت احمدیہ کو بے وقوف اور احمق کہے؟

غیر مبائعین کو جماعت احمدیہ سے کیا نسبت؟

میں یہ مانتا ہوں کہ ہماری جماعت کے سارے لوگ ایم اے اور بی اے نہیں۔ لیکن رسول کریمؐ اور حضرت ابو بکرؓ اور دوسرے صحابیؓ بھی ایم۔اے اور بی۔اے نہ تھے۔ گو اگر اسی بات میں وہ ہماری جماعت سے اپنے ساتھیوں کا مقابلہ کرے تو اسے معلوم ہو جائے کہ خدا کے فضل سے ہم میں ان سے بہت زیادہ ایم۔اے اور بی۔اے ہیں۔ پھر اگر سیانے اور عقلمند کے معنی ان کے نزدیک مال دار کے ہیں تو ان کے ساتھیوں سے بہت زیادہ مالدار ہم اپنی جماعت میں دکھا سکتے ہیں۔ بڑے سے بڑا چندہ ایک دفعہ ان میں سے ایک آدمی نے ہزار روپیہ دیا تھا اور اسی پر بڑی خوشی کا اظہار کیا گیا تھا۔ مگر ہمیں ایک ہی آدمی نے سترہ ہزار روپیہ چندہ یک مشت دیا۔

خواجہ صاحب اور عربی دانی

پھر عقل اور علم کا معیار علم عربی جاننا ہے۔ مگر میں جانتا ہوں خواجہ صاحب یہ معیار کبھی قائم نہیں کریں گے۔ کیونکہ علم عربی سے جہالت خواجہ صاحب سے زیادہ اور کسی میں کم ہی پائی جائے گی۔ انہوں نے ایک پشاوری مولوی سے مدد لے کر اور حضرت صاحبؑ کی ایک کتاب چُرا کر ایک کتاب لکھ دی ہے اور سمجھ لیا ہے کہ میں بڑا عربی دان ہوں۔ مگر اس کا فیصلہ نہایت آسانی کے ساتھ اس طرح ہو سکتا ہے کہ مولوی محمد علی صاحب بنائے جائیں جج۔ اور قرآن کریم کا کوئی ایک رکوع خواجہ صاحب کے سامنے پیش کر دیا جاوے اور وہ اس کا لفظی ترجمہ کر دیں۔ اور فیصلہ مولوی محمد علی صاحب قسم کھا کر دیں اور لکھ دیں کہ خواجہ صاحب کا کیا ہؤا ترجمہ صحیح ہے۔ یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے صرف لفظی ترجمہ ہے۔ مگر میں جانتا ہوں خواجہ صاحب اس سوال کو کبھی اٹھنے نہیں دیں گے کیونکہ عربی دانی ان کے نزدیک جہالت ہے اور وہ علماء کو "قل اعوذیئے" کہا کرتے ہیں۔

غیر مبائعین ہر طرح مقابلہ کر لیں

خیر خواجہ صاحب یہ بات تو نہیں ماننے کے مگر اپنے ساتھیوں میں سے مولوی ہی پیش کر دیں۔ ان کے مقابلہ میں ہم دوگنے تگنے بلکہ کئی گنا زیادہ دکھا دیں گے۔ پھر اگر علم کا معیار قانون دان ہونا ہے تو یہی سہی۔ اگر ڈاکٹر ہونا ہے تو یہی سہی۔ غرض کوئی معیار وہ مقرر کر دیں۔ اسی پر مقابلہ کر کے ان کو دکھا دیا جائے گا کہ ہمارے مقابلہ میں ان کو کیا نسبت ہے؟ مگر باوجود اس کے وہ ہماری جماعت کو کہتے آئے ہیں اور اب بھی کہتے ہیں کہ یہ جاہلوں کی جماعت ہے اور ان میں اہل

الرائے نہیں ہیں۔ حالانکہ وہ نہیں جانتے کہ حضرت صاحبؑ نے اپنی کتاب نور الحق میں لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اہل الرائے لوگوں کو میری جماعت میں داخل کر دیا ہے۔ حیرت ہے کہ حضرت صاحبؑ کے نزدیک تو جو آپؑ کی طرف آتا ہے وہ اہل الرائے ہے مگر خواجہ صاحب کہتے ہیں کہ یہ جاہلوں اور اجڈوں کی جماعت ہے۔

خواجہ صاحب کی طرف سے انسان پرستی کا الزام

پھر وہ ہماری جماعت کو انسان پرست کہتے ہیں میں مانتا ہوں کہ انسان پرستی بہت بری بات ہے اور یہ شرک ہے۔ مگر میں پوچھتا ہوں کیا خدا تعالیٰ نے صرف انسان پرستی سے ہی منع کیا ہے اور زر پرستی' کثرت پرستی' سوسائٹی پرستی سے منع نہیں کیا؟ حیرت ہے کہ وہی خواجہ صاحب جو ہم پر انسان پرستی کا الزام لگاتے ہیں خود زر پرستی کے پیچھے دوسرے لوگوں سے چندہ حاصل کرنے کی غرض سے اور غیر لوگوں سے علیحدہ ہونے کے خوف سے جماعت احمدیہ کو چھوڑتے ہیں۔ کیا یہ باتیں بری نہیں ہیں؟ یہ تو بے شک بری بات ہے کہ کسی شخص کو اس لئے مانا جائے کہ وہ کسی بڑے انسان کی اولاد ہے۔ مگر کیا بڑے بزرگ اور خدا رسیدہ انسان کی اولاد ہونا کوئی لعنت ہے؟ اگر ان لوگوں کے نزدیک حضرت صاحبؑ کی اولاد میں سے کسی کو خلیفہ ماننا جہالت ہے تو گویا کسی برگزیدہ خدا کی اولاد ہونا ان کے نزدیک لعنت ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ بڑے بڑے بدکار جو لوگ گزرے ہیں وہ کن کی اولاد میں سے تھے؟ فرعون' نمرود' اور شداد کسی نبی کے بیٹے' پوتے یا پڑپوتے تھے۔ اور ابو جہل' عتبہ' شیبہ کون سے نبی کے پوتے پڑپوتے تھے؟ کوئی ایک بھی انبیاءؑ اور بزرگوں کا ایسا دشمن جو دنیا کے ہلاک کرنے والا اور اہل دنیا کے لئے مہلک اور مغوی ہو تو دکھایا نہیں جا سکتا۔ جو کسی نبی کی قریب اولاد میں سے ہؤا ہو۔ خود گمراہ اور بے دین ہونا اور بات ہے۔ حضرت نوحؑ کے لڑکے کا خدا تعالیٰ نے ذکر کیا ہے۔ اس کے متعلق اول تو یہی جھگڑا ہے کہ وہ ان کا بیٹا تھا یا نہیں۔ مگر پھر بھی وہ دوسروں کے لئے مہلک اور مغوی نہیں تھا خود گمراہ تھا۔ تو ہم کہتے ہیں **کسی کو اس لئے** ماننا کہ وہ بڑے آدمی کی اولاد ہے کم عقلی ہے۔ مگر جس کو خدا تعالیٰ بزرگی دے دے **اس کو اس لئے نہ** ماننا کہ وہ کسی بڑے انسان کی اولاد ہے یہ بھی کم عقلی ہے۔ بہرحال دونوں طرح بات برابر ہے اب ان کی جو مرضی ہو کہیں مگر ان کا فلسفہ درست نہیں ہے اور اس کا نتیجہ وہ دیکھ رہے ہیں اور آئندہ دیکھیں گے۔ ان کے گھروں میں اولاد موجود ہے مگر خدا تعالیٰ نے ان کی اولادوں کو اس وقت

تک دین کے حاصل کرنے کی توفیق نہیں دی۔ اور اس کی وجہ صاف ہے کہ چونکہ انہوں نے ہم سے اس لئے دشمنی کی ہے کہ ہم اس بڑے انسان کی اولاد ہیں جس کو خدا تعالیٰ نے بڑا بنایا۔ اس کے بدلہ میں خدا تعالیٰ نے ان کے گھروں میں یہ بات پیدا کر دی۔

سالانہ جلسہ پر مضمون بیان کرنے کی ترتیب

اب میں اس مضمون کی طرف آتا ہوں جو آج میرا اصل مضمون ہے۔ لیکن اس کے بیان کرنے سے پہلے میں یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ اس وقت تک جو میرے عہد میں جلسے ہوئے ہیں ان پر میری عادت رہی ہے کہ میں ایک دن کوئی علمی مضمون بیان کیا کرتا ہوں اور ایک دن جماعت کی مختلف ضروریات کے متعلق بولتا رہا ہوں۔ پہلے دن عام نصائح بیان کی جاتی رہی ہیں اور دوسرے دن علمی مضمون۔ سوائے پچھلے سالانہ جلسہ کے۔ اس سال بھی میرا ارادہ ہے کہ آج عام ضروریات کے متعلق بیان کروں۔ اور کل وہ علمی مضمون جس کے متعلق اس دفعہ کچھ بیان کرنے کا ارادہ ہے۔ انشاء اللہ۔

علمی مضمون کے متعلق اطلاع

اس دفعہ بیان کرنے کے لئے میں نے ایک ایسا مضمون منتخب کیا ہے کہ جس کے متعلق میں سمجھتا ہوں کہ اس کے بیان کرنے کی نہایت اشد ضرورت ہے۔ اب تک میں جو مضمون بیان کرتا رہا ہوں وہ اعمال کے متعلق تھے۔ مگر اب کے جو مضمون بیان کرنا ہے وہ ایمان کے متعلق ہے۔ اور چونکہ ایمان ہی جڑ ہے اس لئے وہ مضمون نہایت اہم ہے۔ میں نے اس مضمون کے انتخاب کرنے کے متعلق اس وقت اس لئے سنایا ہے کہ کئی لوگ دوسرے دن بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں وہ ایسا نہ کریں۔ اس مضمون کے بیان کرنے کے لئے میرے دل میں بہت خوف اور ڈر پیدا ہؤا۔ اور اس کے لئے میں نے اتنی دعا کی کہ آج تک اور کسی مضمون کے بیان کرنے کے لئے نہیں کی۔ میں نے خدا تعالیٰ سے عاجزانہ طور پر کہا کہ اے خدا اگر اس مضمون کا سنانا مناسب نہیں تو میرے دل میں ڈال دے کہ میں اسے نہ سناؤں۔ لیکن مجھے یہی تحریک ہوئی ہے کہ سناؤں۔ اس لئے کل انشاء اللہ سنایا جائے گا۔ گو وہ مضمون مشکل ہے اور اس کے سمجھنے کے لئے بہت محنت اور کوشش کی ضرورت ہے۔ لیکن اگر آپ لوگ اسے سمجھ لیں گے تو بہت بڑا فائدہ اٹھائیں گے۔

انسان کو پیدا کرنے کی غرض

آج میں عام مضمون بیان کرتا ہوں جو نصائح اور تبلیغ کے متعلق ہے۔ میں نے شروع تقریر میں کچھ آیتیں پڑھی تھیں جو یہ ہیں۔

وَذَکِّرْ فَاِنَّ الذِّکْرٰی تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ ○ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ○ مَآ اُرِیْدُ مِنْھُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّ مَآ اُرِیْدُ اَنْ یُّطْعِمُوْنِ ○ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ ○ فَاِنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِھِمْ فَلَا یَسْتَعْجِلُوْنِ ○ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ یَّوْمِھِمُ الَّذِیْ یُوْعَدُوْنَ ○ (الذّٰریٰت: ۵۶ تا ۶۱)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ایک خاص بات اور ایک بہت بڑے فرض کی طرف متوجہ کیا ہے۔ رسول کریم ﷺ کو خدا تعالیٰ فرماتا ہے تُو نصیحت کر مسلمانوں کو اور انہیں کھول کر بتادے۔ کیونکہ نصیحت مؤمنوں کو فائدہ دیتی ہے۔ وہ کیا نصیحت اور کیا وعظ ہے؟ یہ کہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ۔ کہ میں نے جن و انس کو اس لئے نہیں پیدا کیا کہ وہ دنیا میں آئیں اور کھاپی کر چلے جائیں۔ اور نہ اس لئے پیدا کیا ہے کہ میں ان کا محتاج ہوں اور اگر انسان نہ ہوتا تو میری خدائی نہ ثابت ہو سکتی۔ میں قادر اور مالک نہ رہتا یا میں کمزور تھا اور مدد کے لئے انسان کو پیدا کیا ہے۔ یا میری شان و شوکت میں کچھ کمی تھی اس کو پورا کرنے کے لئے انسان کو بنایا ہے یا اپنے علم کی ترقی کے لئے بنایا ہے۔ مَآ اُرِیْدُ مِنْھُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّ مَآ اُرِیْدُ اَنْ یُّطْعِمُوْنِ ان کے پیدا کرنے سے میرا یہ منشاء نہیں ہے کہ وہ مجھے رزق دیں گے اور کھانا کھلائیں گے میری اگر کوئی غرض ہے۔ تو یہ ہے کہ لِیَعْبُدُوْنِ۔ بندے خدا کے عابد ہو جائیں میرا فضل چاہتا تھا کہ میں اس کو پوری شان سے ظاہر کروں۔ پس میں نے اپنے فضل کے اظہار کے لئے انسان کو منتخب کیا اور اپنے احسان کے لئے اسے چن لیا۔ میں نے چاہا کہ انسان میرے عبد بنیں۔ پس وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ۔ میں نے نہیں پیدا کیا جن اور اِنس کو مگر اس لئے کہ میری عبادت کریں۔ میں نے ان سے کچھ لینا نہیں۔ ان سے کچھ فائدہ حاصل نہیں کرنا۔ میری شان میں ان سے کوئی زیادتی نہیں ہو سکتی۔ میری حکومت میں کوئی اضافہ نہیں ہو جاتا۔ میری غرض ان کے پیدا کرنے سے صرف یہی ہے کہ میرے عبد اور فرمانبردار بن جائیں۔

اس کے متعلق یہ یاد رکھنا چاہئے کہ عبد کے معنی عام غلامی کے نہیں بلکہ خدا کا عبد بننا بہت

بڑا انعام ہے۔ خدا تعالیٰ کی غلامی کوئی ذلت کی بات نہیں بلکہ ایک نعمت ہے۔ اور اس کی چھوٹی مثال یہ ہے کہ جب کسی کو بادشاہ کی ڈیوڑھی کا دربان مقرر کیا جاتا ہے تو وہ اپنے لئے اسے بڑی عزت سمجھتا ہے۔ اس کے لئے تاریں چل جاتی ہیں اور بڑی خوشی منائی جاتی ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ وہ شخص ماتم شروع کر دیتا ہے بلکہ دعوتیں اور پارٹیاں دی جاتی ہیں اور اسے بڑی عزت سمجھا جاتا ہے۔

تو فرمایا میں نے اس لئے انسان کو پیدا کیا ہے کہ وہ میرا عبد بن جائے میری عبادت میں لگ جائے۔ گویا انسان کو انعامات کا وارث بنانے کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ پس انسان کو اس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کی صفات اس پر ظاہر ہوں۔

انسان کو اپنی زندگی کی اصل غرض کو یاد رکھنا چاہئے

غرض خدا تعالیٰ نے انسان کی پیدائش کی یہ غرض بیان کی ہے کہ اس کا عبد بنے۔ اور جس غرض کے لئے کوئی آتا ہے دانا وہی ہوتا ہے جو اس غرض کو پورا کرتا ہے۔ مثلاً ایک تاجر جو لاہور تجارت کا مال خریدنے کے لئے جاتا ہے وہ اگر ایک دو گھنٹے چڑیا گھر دیکھ کر اور ایک دو گھنٹے عجائب گھر دیکھ کر واپس آجائے تو لوگ اسے یہی کہیں گے کہ بے وقوف ہے۔ کیونکہ جو غرض کسی کی ہوتی ہے اسے اگر وہ پورا نہ کرے تو وہ جاہل اور نادان ثابت ہوتا ہے۔

خدا کا عبد بنے بغیر خاص انعام حاصل نہیں ہو سکتے

پس جب تک انسان اس غرض کو پورا نہیں کرتا جس کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ کا عبد نہیں بن جاتا دانا نہیں کہلا سکتا۔ انسان کے لئے دانائی یہی ہے کہ پورے طور پر خدا تعالیٰ کا عبد بن جائے۔ اور جب تک عبد نہ بنے خدا تعالیٰ کے انعام کا وارث نہیں بن سکتا۔ کیونکہ جب تک کوئی کام نہ کرے اس وقت تک انعام کیسے پا سکتا ہے؟ مثلاً حکومت کسی کو لڑنے کے لئے بھیجے مگر وہ سیر تماشہ دیکھ کر واپس آجائے تو اس کو کوئی انعام نہیں دیا جاتا۔ انعام وہی پاتا ہے جو فرمانبردار بن کر اور ہدایات پر کاربند ہو کر کار ہائے نمایاں دکھاتا ہے۔ پس جب کہ انسان کی پیدائش کی غرض ہی یہ ہے کہ خدا کا عبد بنے اور اسی وقت انعام حاصل کر سکتا ہے جب اس غرض کو پورا کرے۔ تو اس کا فرض ہے کہ وہ اس غرض کو ہر وقت یاد رکھے اور اس کو پورا کرنے کی کوشش کرے۔ باقی جس قدر چیزیں اور کام

ہوں ان کو زائد سمجھے۔ نوکری، تجارت یا کوئی اور پیشہ جو انسان اختیار کرتا ہے یا علم سیکھتا اور دوسروں کو سکھاتا ہے یا بعض لوگ سستی سے بھی اپنی زندگی گزار دیتے ہیں اور وہ اپنی زندگی کا مقصد کھانا پینا اور سیریں کرنا سمجھ لیتے ہیں یہ اصل غرضیں نہیں ہیں۔ اس لئے انہی میں منہمک ہو جانا عقل و دانش سے بعید ہے۔ دیکھو ایک شخص جو کسی مقدمہ کے لئے گھر سے روانہ ہو یا کسی قلعہ کے فتح کرنے کے لئے جائے وہ بھی کھانا کھائے گا اور مختلف قسم کے نظارے جو راستہ میں آویں دیکھے گا۔ مگر یہ سب کام اس کے ضمنی ہوں گے اصل مقصود نہ ہوں گے۔ ان تمام کاموں کے کرتے وقت اس کی نظر اصل مقصد سے دور نہ جاوے گی اور وہ ان کی خاطر اصل مقصد کو قربان نہیں کر دے گا۔ گو وہ ان باتوں کو بھی جہاں تک ممکن ہو اور یہ اس کے کاموں میں روک نہ ہوں چھوڑے گا نہیں۔ اور ان کے کرتے وقت بھی یہ نیت رکھے گا کہ یہ میرے کام میں ممد ہوں۔ مثلاً کھانا کھاوے گا تو سمجھے گا کہ اگر میں کھانا نہ کھاؤں گا تو لڑوں گا کیونکر؟

پس انسان کو اپنی زندگی کے متعلق بھی یہی رویہ اختیار کرنا چاہئے۔ اسے اول تو اپنی پیدائش کی غرض کو سمجھنا چاہئے۔ پھر اس کو مدّنظر رکھ کر جو اور کام بھی کرنے پڑیں وہ کر سکتا ہے۔ دوسرے لوگ اس نکتہ کو بھول چکے ہیں۔ آپ لوگوں نے ایک تازہ عہد کیا ہے۔ پس میں آپ کی توجہ اس طرف پھیرتا ہوں۔ آپ لوگ ایسا نہ کریں بلکہ اس فرض کو ہمیشہ یاد رکھیں۔ خدا تعالیٰ نے آپ لوگوں کو جو نور عطا کیا ہے اس نور کے ہوتے ہوئے باقی دنیا اندھی بھی ہو تو آپ کو ایسا نہیں ہونا چاہئے۔

روح کا خدا سے عہد

دنیا قولِ بَلیٰ کو بھول گئی ہے۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے جو روح دنیا میں آتی ہے اس سے سوال کیا جاتا ہے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ (الاعراف: ۱۷۳) کیا میں تیرا رب نہیں ہوں؟ یا دوسرے لفظوں میں یہ کہ کیا تو میرا عبد نہیں ہے۔ روح جواب دیتی ہے بَلیٰ ہاں۔ یعنی فطرت یہ گواہی دیتی ہے۔ مگر بہت لوگ ہوتے ہیں جو اعمال سے اپنے اس اقرار کو جھٹلاتے ہیں لیکن مؤمن وہی ہے جس کی زبان اور عمل ایک جیسے ہوں۔

جماعت احمدیہ سے خطاب

خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے تم لوگوں کی زبان، کان، آنکھیں کھول دی ہیں اور تمہاری روحانی حِسّیں بہت تیز کر دی ہیں۔ تمہارا یہ کام نہیں ہے کہ اپنی پیدائش کی اس غرض کو بھول جاؤ جس کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔ دوسرے لوگ اگر غفلت کرتے ہیں تو کر سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ نہیں جانتے کہ وہ کیوں

پیدا کئے گئے ہیں- مگر آپ لوگوں کو حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ خدا تعالیٰ نے بتا دیا ہے کہ تمہارے پیدا کرنے کی کیا غرض ہے اور تمہاری روحانی آنکھیں کھول دی گئی ہیں- پس آپ لوگوں کا فرض ہے کہ اس غرض کی طرف پورے طور سے توجہ کریں- اور یاد رکھو کہ تم خدا تعالیٰ کے انعامات اس وقت تک نہیں پاسکتے جب تک اس غرض کو پورا نہ کرو-

بغیر حق کے طلب کرنے والا ذلیل ہوتا ہے

ایک بے وقوف نوکر سمجھ سکتا ہے کہ مجھے بغیر نوکری کی غرض پورا کئے انعام مل جائے گا- لیکن کوئی عقلمند اور دانا انسان یہ نہیں سمجھ سکتا-

کہتے ہیں ایک بے وقوف لڑکا تھا اس کو ماں نے کہا جا کہیں نوکری کر- اور بتا دیا کہ جب آقا خوش ہوتا ہے تو نوکروں کو انعام بھی دیا کرتا ہے- اس لئے ایسے موقع پر آقا سے انعام مانگنا چاہئے- اس نے پوچھا یہ کس طرح معلوم ہو کہ آقا خوش ہؤا ہے- ماں نے کہا جب کسی کام پر ہنسے تو سمجھ لو کہ خوش ہے- وہ گیا اور ایک شخص کا نوکر ہو گیا- ایک دن آقا نے اسے کہا- بھئی! دیکھنا باہر بارش ہو رہی ہے یا نہیں؟ اس نے کہا ہو رہی ہے- آقا نے کہا- تمہیں اندر ہی بیٹھے کس طرح معلوم ہو گیا؟ اس نے کہا ابھی باہر سے بلی آئی تھی وہ بھیگی ہوئی تھی- جس سے معلوم ہؤا کہ بارش ہو رہی ہے- یہ جواب تو جو کچھ تھا سو تھا- ممکن تھا کہ بلی کہیں پانی میں لوٹ کر آئی ہو- مگر آقا نے زیادہ زور نہ دیا اور خاموش ہو رہا- پھر تھوڑی دیر کے بعد اس نے کہا کہ ذرا اٹھ کر لیمپ بجھا دو- نوکر نے کہا- آپ لحاف اوڑھ کر سو جائیں روشنی نظر نہیں آئے گی- تھوڑی دیر بعد آقا نے کہا کہ دروازہ بند کر دو- اس نے کہا کہ دو کام میں نے کئے ہیں ایک آپ ہی کر دیں- اس پر اس کا آقا اس کی حماقت پر ہنسا- اور اس بے وقوف نوکر نے سمجھا کہ اس وقت یہ میری خدمت پر خاص طور پر خوش ہؤا ہے اور یہ موقع انعام لینے کا ہے- اسی وقت اٹھ کر بیٹھ گیا- اور کہا کہ حضور بندہ انعام کا خواستگار ہے-

یہ ایک بے وقوف کا قصہ ہے- جس نے اپنے آقا سے انعام کی درخواست کی حالانکہ اس نے اس غرض کو پورا نہ کیا تھا جس کے لئے اسے رکھا گیا تھا- مگر کیا کوئی عقلمند اس طرح کر سکتا ہے؟ اس کو کیا انعام مل سکتا تھا؟ یہی کہ آقا نے کان سے پکڑ کر گھر سے باہر نکال دیا- تو ایسے آدمی کا کوئی حق نہیں ہوتا کہ انعام کا طالب ہو- اور اس کا وہی حال ہوتا ہے- جو عدالت میں کرسی پر بیٹھنے کے حق کے مطالبہ کے وقت مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا ہؤا تھا- جب

مارٹن کلارک کا حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف مقدمہ تھا تو مولوی محمد حسین صاحب بڑی خوشی سے لمبا جُبّہ پہن کر عدالت میں گواہی دینے کے لئے اس خیال سے پہنچے تھے کہ بس آپؑ کو قید ہی کرا دوں گا۔ اور اس بات کی بڑی امید لگا کر گئے تھے کہ ان کو ہتھ کڑی لگی ہوئی ہوگی اور وہ پابزنجیر کھڑے ہوں گے۔ لیکن جب عدالت میں جا کر دیکھا کہ حضرت مرزا صاحبؑ ڈپٹی کمشنر صاحب کی کرسی کے پاس کرسی پر بیٹھے ہیں۔ تو دیکھ کر جل گیا اور کہنے لگا مجھے بھی بیٹھنے کے لئے کرسی دی جائے۔ ڈپٹی کمشنر نے کہا آپ کا نام کرسی نشینوں میں نہیں ہے۔ اس نے کہا میں لاٹ صاحب کو ملا تھا انہوں نے مجھے کرسی دی تھی اس لئے مجھے کرسی دی جائے۔ حالانکہ ملاقات کے وقت کرسی کا مل جانا اور بات ہے اور عدالت میں کرسی ملنا اور بات۔ لیکن اس نے اس بات کا کوئی خیال نہ کیا اور کرسی طلب کی۔ اس پر اسے کہا گیا بک بک مت کرو اور پیچھے ہٹ کے جوتیوں میں کھڑے ہو جاؤ۔ واقعہ میں جس چیز کا کسی کو حق نہ ہو اگر وہ اسے طلب کرے تو ذلیل کیا جاتا ہے۔ ہمارا خدا تعالیٰ پر کوئی حق نہیں ہے۔ ہاں خدا تعالیٰ نے جو حق خود قرار دے دیا ہے وہ ہے۔ اور وہ ہمیں مل سکتا ہے۔ مگر وہ بھی اسی وقت جب ہم اپنی پیدائش کی غرض کو پورا کریں۔ ورنہ ہمارے ساتھ بھی خدا تعالیٰ کے حضور وہی سلوک کیا جائے گا جو مولوی محمد حسین کے ساتھ عدالت میں کیا گیا۔ مگر ہم خدا تعالیٰ سے امید رکھتے ہیں کہ وہ ہم پر اپنا فضل کرے گا اور ہمیں اپنے انعام کا وارث بنائے گا۔

عبد بنے بغیر جنت میں نہ جانے کی طبعی وجہ

پس تم لوگ عبد بننے کی کوشش کرو کیونکہ وہ انعام جو خدا تعالیٰ نے مؤمنوں کے لئے رکھا ہے۔ وہ اسی وقت مل سکتا ہے جب کہ انسان عبد بن جائے۔ اور طبعی طور پر بھی انسان اسی وقت اس انعام کا مستحق ہو سکتا ہے جو اس کے لئے خدا تعالیٰ نے مقرر کیا ہے جب کہ وہ عبد بن جائے۔ کیونکہ بندہ کا حق خدا تعالیٰ نے جنت مقرر کیا ہے اور اس میں سب سے بڑا انعام خدا تعالیٰ کی رؤیت ہے۔ اور بھی انعامات ہیں لیکن سب سے بڑا انعام یہی ہے۔ اب یہ سمجھنا چاہئے کہ جنت مل نہیں سکتی جب تک انسان عبد نہ ہو۔ اور شریعت کے احکام کے علاوہ اس کی ایک طبعی وجہ بھی ہے۔ یہی نہیں کہ قرآن کریم میں آگیا ہے کہ جو عبد نہیں بنے گا وہ جنت میں نہیں جا سکے گا بلکہ جنت میں جانے کے لئے طبعی طور پر بھی عبد بننا ضروری ہے۔ جنت اس مقام کا نام ہے جس پر کبھی فنا نہیں آنے والی۔ دوزخ پر بھی فنا کا وقت آجائے گا۔

چنانچہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ دوزخ پر ایک ایسا وقت آئے گا جب کہ بادصبا اس کے دروازے کھٹکھٹائے گی۔ (مسند احمد بن حنبل جلد ۶ صفحہ ۱۰۲) لیکن جنت ہمیشہ رہنے والی چیز ہے۔ اور اس میں رہنے والوں کی یہ صفات بتائی گئی ہیں کہ نہ وہ کبھی ننگے ہوں گے نہ بھوکے۔ نہ ان پر کبھی موت آئے گی اور نہ انہیں کوئی تکلیف پہنچے گی اور یہ خدا تعالیٰ کی صفات ہیں۔پس جنت الوہیت کا جلوہ گاہ ہے۔ اور حادث انسان کا حقیقی مقام نہیں ہو سکتا۔ وید اور بائبل میں آیا ہے کہ خدا جنت میں رہتا ہے یا وہاں سیر کے لئے جاتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ کو مکان کی ضرورت ہے اور وہ جنت کے مقام میں رہتا ہے۔ بلکہ یہ ہے کہ جنت چونکہ ہمیشہ رہنے والا مقام ہے۔ اس لئے الوہیت سے اس کو خاص تعلق ہے اور اس لحاظ سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے۔

اب جب کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مؤمن کے لئے جنت مقرر کی گئی ہے۔ اور جنت میں جانے کے لئے الوہیت کا مظہر ہونا ضروری ہے تو کہا جا سکتا ہے۔ کہ پھر انسان اس میں کس طرح جاسکتا ہے؟ اس کا طریق وہی ہے جو ایک ایسے محل میں جانے کا ہے جس کا مالک کوئی بادشاہ ہو۔

دیکھو ایک بادشاہ کے محل میں خدمت گار تو بآسانی آتے جاتے ہیں۔ لیکن کوئی رئیس اور راجہ بھی نہیں جاسکتا جب تک کہ اجازت نہ حاصل کرلے۔ مگر ایک نوکر کو اجازت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ اس کوٹھی والے کا بندہ اور خادم ہے۔ پس جنت میں انسان تب ہی داخل ہو سکتا ہے جب کہ عبداللہ بن جائے ورنہ اور کوئی صورت نہیں ہے۔ اور اس طرح انسان جنت میں داخل ہو گا تو اپنے حق اور اپنی خوبی سے نہیں بلکہ اپنے حقیقی آقا کا حقیقی غلام بن کر اس کے گھر جانے کا مستحق ہو جاوے گا ورنہ جب تک انسان اللہ کا عبد نہ ہو جائے جنت میں جا ہی نہیں سکتا اور اس میں داخل ہی نہیں ہو سکتا۔ اسی کی طرف قرآن کریم میں نہایت لطیف پیرایہ میں اشارہ کیا گیا ہے کہ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ (الفجر: ۳۰-۳۱) یعنی جو لوگ اپنے اعمال سے خدا تعالیٰ کو راضی کریں گے وہی اس بات کے مستحق ہوں گے کہ ان کو کہا جاوے کہ اب وہ خدا کے بندے ہو گئے ہیں۔ اور اس طرح خدا تعالیٰ کی جنت میں داخل ہونے کے مستحق ہو گئے ہیں۔

جنت ایک ایسا مقام ہے جہاں تجلیات الٰہیہ اعلیٰ پیمانہ پر ہوتی ہیں اور اس لئے وہ خدا کا گھر

کہلاتا ہے۔ اسی نکتہ کے نہ سمجھنے کی وجہ سے لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر خدا جنت میں ہے تو معلوم ہؤا کہ وہ ایک محدود ہستی ہے اور اس کو مکان کی ضرورت ہے حالانکہ یہ بات نہیں ہے۔ ہم جو دنیا میں کعبہ کو بیت اللہ کہتے ہیں تو اس لئے نہیں کہتے کہ خدا اس میں رہتا ہے۔ بلکہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس جگہ سے خدا کی تجلی ظاہر ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے جنت بیت اللہ یعنی خدا کا گھر کہلاتا ہے اور اس میں کوئی داخل نہیں ہو سکتا سوائے اس کے جو عبداللہ بن جائے اور یہی جنت میں داخل ہونے کا طبعی طریق ہے۔ پس جنت کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ انسان خدا کا بندہ بن جائے۔

آج کل کے مسلمانوں کے نزدیک جنت کا نقشہ

مگر یہ جنت وہ نہیں جس کا نقشہ آج کل کے مسلمانوں نے اپنے ذہنوں میں کھینچا ہؤا ہے اور جو مولویوں کی طرف سے پیش کیا جاتا ہے۔

ایک دفعہ ہم ندوہ کے جلسہ پر گئے جو مسلمانوں کا بڑا مذہبی تعلیم کا مرکز مانا جاتا ہے۔ اس میں ایک مولوی صاحب کا وعظ نماز کی خوبیوں پر تھا۔ مولوی صاحب نے کھڑے ہو کر کہا نماز پڑھنے کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے کہا ہے جو نماز پڑھے گا اسے جنت ملے گی۔ اور جنت کیا ہے؟ یہ کہہ کر اس نے جنت کا نقشہ اس طرح کھینچنا شروع کیا کہ اس میں بڑی خوبصورت اور حسین عورتیں ہوں گی۔ یہ ہو گا وہ ہو گا۔ اس کا وعظ سن کر میں نے کہا۔ سرسید نے کسی ایسے ہی مولوی کا جنت کے متعلق وعظ سن کر کہا ہو گا یہ جنت جو آج کل کے مسلمان پیش کرتے ہیں وہ چکلہ ہے۔ ان مولوی صاحب نے ایسے شرم ناک طور پر عورت اور مرد کے مخصوص تعلقات کو بیان کرنا شروع کیا کہ غیر احمدی خود شرمندہ ہو ہو کر اپنے مونہوں پر رومال رکھنے لگے۔ اور کہتے اچھا ہؤا یہ لیکچر رات کو ہؤا۔ اور کوئی غیر مذہب کا آدمی اس میں شامل نہیں ہے ورنہ بڑی ذلت ہوتی۔

خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے جو جنت مقدر کی ہے وہ جنت ایسی ہے جہاں اس ہستی سے ملاقات ہو سکتی ہے کہ اس کے لئے جتنی زیادہ آنکھیں کھلیں اتنا ہی زیادہ لطف اور سرور آتا ہے۔ اور اس سے ایک منٹ کی جدائی موت سے بدتر معلوم ہوتی ہے۔ مگر اس مقصد تک کوئی انسان اس وقت تک پہنچ نہیں سکتا جب تک کہ اللہ تعالیٰ کا عبد نہ ہو۔

عبد بننے کے دو فرض

مگر عبودیت کے لئے یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا عبد وہی ہو سکتا ہے جو دو فرض ادا کرے۔ اول فرض یہ ہے کہ جو کام اس کے ذمہ لگائے گئے ہیں ان کو بجالائے۔ یا جن کاموں کے کرنے سے اسے روکا گیا ہے اس سے بچے۔ دوسرا فرض یہ ہے کہ اپنے آقا کے جو دوسرے عبد ہیں ان کو بھی ان کاموں کی طرف توجہ دلائے۔ جب کوئی شخص ان دونوں فرضوں کو بجالاتا ہے تو پھر وہ عبد ہو جاتا ہے اور فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ○ کا مستحق ہو جاتا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ہماری جماعت کو اس کی توفیق دی ہوئی ہے کہ وہ کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے عبد بنیں۔ مگر باوجود اس کے میں کہتا ہوں جس کا انہوں نے عبد بنا ہے اس کی چونکہ بہت بڑی شان ہے۔ اور اس کے جتنے اعلیٰ درجہ کے عبد بنتے جاؤ اس کی اور زیادہ شان ظاہر ہوتی جاتی ہے اور عبودیت کے اور راستے کھلتے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ رسول کریم ﷺ جیسا انسان جو کہتا ہے کہ میری نمازیں، میری قربانیاں، میری زندگی اور میری موت سب اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے وہ بھی عبودیت میں آگے ہی آگے بڑھ رہا ہے۔ پس تم لوگوں کو بھی اپنی کوشش اور سعی میں ہر وقت لگے رہنا چاہئے۔ اور یاد رکھنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ کا عبد بننا کوئی معمولی بات نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا مرتبہ ہے۔ اور انسان عبودیت میں جتنی کوشش کرے اتنا ہی بڑھ سکتا ہے۔ پس آپ لوگ جو کوشش کرتے ہیں۔ اس میں اور بہت زیادہ زیادتی کی ضرورت ہے۔ اور میں نصیحت کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کا عبد بننے کے لئے اپنی کوششوں کو اور زیادہ بڑھاؤ۔ اور یاد رکھو کہ انسان جب تک اپنے آپ کو فنا نہیں کر دیتا خدا تعالیٰ کا عبد نہیں بن سکتا۔ اور جب وہ عبد بن جاتا ہے تو پھر کوئی اسے فنا نہیں کر سکتا۔

خدا کے عبد کی شان

میں اس موقع پر آپ لوگوں کو خدا کے ایک عبد کا واقعہ سناتا ہوں جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ خدا کا عبد کس شان کا آدمی ہوتا ہے۔

لکھا ہے کہ رسول کریم ؐ کے مدینہ تشریف لے جانے پر یہود نے آپ ؐ کی روزمرہ ترقی کو دیکھ کر آپ کے خلاف کسریٰ کو اکسایا۔ اور کہلا بھیجا کہ اس شخص کی بڑھتی ہوئی طاقت سے آپ کو نقصان ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس نے بلا تحقیق یمن کے گورنر کے نام خط لکھ بھیجا کہ میں نے سنا ہے ایک ایسا ایسا شخص ہے تم اس حکم کے پہنچتے ہی اسے گرفتار کر کے میرے پاس بھیج دو۔ حجاز کا علاقہ کسریٰ کی حکومت میں نہ تھا مگر یمن پر اس کی حکومت تھی۔ اور اس کے اقتدار

کے مقابلہ میں حجاز کے لوگوں کو بھی چون و چرا کی گنجائش نہ تھی۔ اور گو وہ اس کے ماتحت نہ تھے مگر اس کے حکم سے سرتابی بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ میں تو حجاز کے لوگوں کو کسریٰ کا حکم برا منانے کی کوئی وجہ بھی نہ تھی کیونکہ وہ خود چاہتے تھے کہ اس شخص کو کوئی سزا دے۔ جب یمن کے گورنر کے نام یہ حکم پہنچا تو اس نے اپنے دو معتبر آدمیوں کی معرفت آپؐ کے نام حکم بھیجا کہ آپؐ فوراً یمن پہنچ جاویں تاکہ آپؐ کو کسریٰ کے حضور حاضر کیا جاوے۔ یہ لوگ جب رسول کریم ﷺ کے پاس پہنچے اور آپؐ کو اطلاع دی تو ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ آپؐ جانے سے انکار نہ کریں۔ اس حکم میں انکار کی گنجائش ہی نہیں ہے یہ بہت سخت اور تاکیدی حکم ہے۔ اگر اس حکم کی اتباع کریں گے تو باذان گورنر یمن آپؐ کی سفارش کر دے گا۔ اور اس سے آپؐ کو فائدہ پہنچ جاوے گا لیکن اگر آپؐ نے اس حکم کو قبول نہ کیا تو پھر آپؐ کسریٰ کو جانتے ہیں۔ وہ آپؐ کو اور آپؐ کی قوم کو اور آپؐ کے ملک کو ہلاک و برباد کر دے گا۔ آپؐ نے فرمایا میں اس بات کا جواب کل دوں گا۔ رات کو آپؐ کو وحی کے ذریعہ بتا دیا گیا کہ کسریٰ کو اس کے بیٹے نے مار دیا ہے۔ آپؐ نے دوسرے دن ان کو بلا کر کہہ دیا کہ جاؤ تمہارے خدا کو میرے خدا نے مار دیا ہے۔ یعنی کسریٰ کو اللہ تعالیٰ نے اس کے بیٹے ہی کے ہاتھوں مروا دیا ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ آپؐ کیا کہہ رہے ہیں کچھ انجام سوچیں معلوم بھی ہے کہ یہ بات کتنی بڑی ہے۔ آپؐ نے فرمایا حق یہی ہے جو میں کہتا ہوں۔ جاؤ اور اپنے بادشاہ کو اطلاع دے دو۔ وہ لوگ واپس چلے گئے اور جا کر گورنر یمن کو اطلاع دی۔ گورنر یمن نے کہا اچھا چند روز ہم لوگ انتظار کر کے دیکھتے ہیں کہ یہ بات کہاں تک درست ہے۔ آخر کچھ مدت کے بعد اس کے نام ایک شاہی فرمان پہنچا۔ جب اس نے کھولا تو وہ نئے بادشاہ کی طرف سے تھا۔ جس میں لکھا تھا کہ ہم نے اپنے باپ کو فارس کی خیر خواہی سے مجبور ہو کر مار دیا ہے کیونکہ وہ ظالم تھا اور بے گناہ اور بلا سبب شرفاء ملک کو قتل کر رہا تھا۔ اور اب ہم اس کی جگہ بادشاہ ہیں تم اپنے علاقہ میں ہماری اطاعت کا سب سے اقرار لو اور ہمارے باپ نے جو ایک خط عرب کے ایک شخص کے متعلق لکھا تھا کہ اسے پکڑ کر بھیج دو اس حکم کو منسوخ سمجھو۔ اور جب تک اس کے متعلق کوئی اطلاع نہ آوے اس کے متعلق کوئی اور کارروائی نہ کرو۔ (زرقانی جلد ۳ صفحہ ۳۴۲ مطبوعہ مصر۔ فتح الباری لابن حجر عسقلانی جلد ۸ صفحہ ۱۲۷)

خدا تعالیٰ کے عبد کی یہ شان ہوتی ہے لیکن عبد بننا آسان نہیں۔ سخت محنتوں اور مشقتوں

سے انسان عبد بن سکتا ہے۔ بغیر اپنے نفس کے مار دینے کے کوئی شخص عبد نہیں بن سکتا۔ پہلے اپنے آپ کو مٹادے تب غلام بنے۔ کیوں کہ غلام کے لئے شرط ہے کہ کوئی "میں" اس کی اپنی نہ ہو سب کچھ اس کے مالک کا ہو۔

انانیت مٹائے بغیر انسان عبد نہیں بن سکتا

پس جب تک انانیت بالکل نہ مٹ جائے اس وقت تک انسان عبد نہیں بن سکتا۔ اور جب تک عبد نہ بنے اس وقت تک اسے خدا تعالیٰ مل نہیں سکتا۔ لوگ انانیت کے معنی تکبر اور غرور وغیرہ کے کرتے ہیں جو ٹھیک ہیں مگر ساتھ ہی یاد رکھنا چاہئے کہ یہ لفظ انا سے نکلا ہے اور جب تک انا "میں" نہ مٹ جائے خدا تعالیٰ کی حقیقت نہیں معلوم ہو سکتی۔ کسی صوفی نے کہا ہے کہ "میں" کے گلے پر چُھری خدا تعالیٰ کو پانے کے لئے نہایت ضروری ہے۔ انسان اپنے نفس پر چُھری پھیر دے اور اس طرح چُھری پھیرے جس طرح رسول کریم ﷺ آپؐ کے صحابہؓ اور تابعین نے پھیری۔ انہوں نے اپنے نفسوں پر ایسی چھری پھیری کہ اس کا ذکر پڑھ کر حیرت آتی ہے۔ انہوں نے اپنے نفسوں کو مار دیا۔ مثال کے طور پر میں ایک صحابیؓ کا ذکر کرتا ہوں۔

ایک دفعہ مسلمان عیسائیوں کے مقابلہ پر نکلے۔ اور ایک عیسائی نے کئی ایک بہادر مسلمانوں کو مار دیا۔ اور اس نے مطالبہ کیا کہ کوئی بڑا بہادر مسلمانوں میں سے میرے مقابلہ پر آئے۔ اس پر ایک صحابیؓ نکلے۔ لیکن میدان میں جا کر پھر واپس اپنے خیمہ کی طرف بھاگ آئے۔ ضرارؓ ان کا نام تھا اور وہ بہت بڑے بہادر سپاہی تھے۔ ان کے واپس بھاگ آنے سے مسلمانوں کو بہت شرمندگی ہوئی اور انہوں نے سمجھا کہ ہماری بڑی ذلت ہوئی ہے۔ لیکن تھوڑی دیر ہی بعد پھر جب وہ اپنے خیمہ سے نکلے اور مقابلہ کے لئے چلے تو مسلمانوں نے پوچھا آپ پہلے کیوں واپس چلے آئے تھے۔ انہوں نے کہا بات یہ تھی کہ پہلے جب میں لڑائی کے لئے جایا کرتا تھا تو زرہ نہیں پہنی ہوتی تھی لیکن آج اتفاق سے دو زرہیں پہنی ہوئی تھیں۔ جب میں لڑائی کے لئے نکلا تو مجھے خیال آیا کہ عیسائی حریف اپنے آپ کو بڑا بہادر سمجھتا ہے اور بڑا دعویٰ کر رہا ہے۔ کیا میں نے اس کے خوف سے تو دو زرہیں نہیں پہنی ہوئیں کہ مجھے مار نہ دے۔ اس خیال سے ڈر کر اگر میں مارا گیا تو مشرک مروں گا میں واپس بھاگا اور اب میں زرہیں اتار کر اس کے مقابلہ کے لئے چلا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ چل پڑا اور جا کر عیسائی کو مار دیا۔ (فتوح الشام مترجم حکیم بشیر احمد انصاری

صفحہ ۴۰۲ مطبوعہ لاہور)

تو یہ قربانیاں تھیں جو صحابہؓ اپنے نفسوں کی کرتے تھے۔ اور اپنے آپ کو سوائے اس کے کچھ نہ سمجھتے تھے کہ خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ایک ہتھیار کی طرح ہیں رسول کریم ﷺ جو یہ فرماتے ہیں۔ کہ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ (الانعام:۱۶۳) اس میں قربانی سے مراد بکروں کی قربانی نہیں بلکہ جسمانی اور نفس کی قربانی ہے۔ اور صَلَاتِیْ کا لفظ مَحْیَایَ کے مقابلہ میں ہے۔ اور نُسُکِیْ کا لفظ مَمَاتِیْ کے مقابلہ میں بیان کیا گیا ہے۔ یعنی یہ پچھلے لفظوں کی تشریح کرتا ہے۔ صَلَاتِیْ کے لئے فرمایا مَحْیَایَ یعنی نماز کے مقابلہ میں زندگی کو رکھا کہ رسول کریمؐ فرماتے ہیں نماز پڑھنے سے میں نے زندگی حاصل کی اور خدا کو پالیا ہے۔ اور نُسُکِیْ کے مقابلہ میں مَمَاتِیْ۔ یعنی نفس کی قربانی کو رکھا ہے۔

اس میں رسول کریم ﷺ کے متعلق یہ بتایا گیا ہے۔ کہ آپؐ نے اپنے نفس کو قتل کر دیا مگر ایسا قتل کیا کہ اس سے ہزاروں زندہ ہو گئے۔ تو جب تک انسان اپنے نفس کو قتل نہ کرے۔ اس وقت تک خدا تعالیٰ کا عبد نہیں کہلا سکتا۔ اور خدا تعالیٰ کے لئے جب تک "میں" نہ ٹوٹے کوئی انسان عبد نہیں ہو سکتا کیونکہ "میں" کہنے والا عبد نہیں سمجھا جا سکتا۔

پس تم لوگ اپنے اندر عبودیت پیدا کرو اور یہ جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں دو ذریعوں سے ہو سکتی ہے۔ اور اس وقت میں چاہتا ہوں کہ ان دو ذریعوں کو کسی قدر تفصیل سے بھی بیان کر دوں۔

عبد بننے کا پہلا ذریعہ

اول ذریعہ جیسا کہ میں بتا چکا ہوں یہ ہے کہ انسان ان فرائض کو پورا کرے جو اس کے ذمہ لگائے گئے ہیں اور ان باتوں سے بچے جن سے منع کیا گیا ہے۔ اس حصہ کے متعلق یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ احکام دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جن کا اس کی ذات سے تعلق اور جن کا علم دوسروں کو نہیں ہو سکتا۔ اور ایک وہ جو ظاہر ہیں اور ان کا علم دوسروں کو بھی ہوتا ہے اور ان سے بھی اس کا تعلق ہوتا ہے۔

ظاہر اور باطن دونوں اچھے ہونے چاہئیں

انسان کی دو ہی حالتیں ہوتی ہیں ایک ظاہری اور ایک باطنی۔ بعض لوگ جھوٹے پیر بن جاتے ہیں اور کچھ لوگ ان کے مرید کہلانے لگ جاتے ہیں جو لوگوں کے سامنے تو

ان کی بڑی تعریفیں کرتے اور کہتے ہیں کہ انہوں نے یہ معجزہ دکھایا یہ کرامت دکھائی۔ لیکن جب اکیلے ہوتے ہیں تو آپس میں خوب ٹھٹھے اڑاتے ہیں۔ اور لوگوں کی بے وقوفی پر ہنستے اور اپنی چالاکی پر خوش ہوتے ہیں۔

حضرت خلیفہ اول فرماتے کہ ایک شخص نے ایک دوسرے شخص کو کہا کہ تم پیر بن جاؤ اور میں تمہارا مرید بن جاتا ہوں اور اس طرح بہت روپیہ کما لیں گے۔ عجیب بات یہ ہے کہ عام لوگ ایسے جاہل ہیں کہ جھوٹے لوگوں کی فرضی اور بناوٹی کرامتوں کی تحقیقات نہیں کرتے۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا وہ پیر بن گیا اور دوسرا اس کا مرید۔ جس نے اس کی بڑی بڑی کرامتیں مشہور کرنی شروع کر دیں۔ اس پر بہت سے مرد اور عورتیں اس کے پاس نذریں لے کر جمع ہو گئے۔ کوئی اس پیر صاحب سے کچھ مانگتا اور کوئی کچھ۔ جب سب لوگ چلے گئے تو رات کو چیلے نے کہا لاؤ جو دن کو روپیہ ملا ہے اس میں سے مجھے بھی دو۔ اس شخص نے کہا چل بدمعاش۔ سب روپیہ مجھ سے لے لے اور میرے پاس سے چلا جا۔ چیلے نے پہلے تو سمجھا یہ مجھ پر بھی اپنی پیری کا سکہ بٹھانے کے لئے اس طرح کہہ رہا ہے۔ لیکن جب اس نے سارا روپیہ اس کو دے دیا اور بار بار اس کو اپنے پاس سے چلے جانے کے لئے کہا تو اس نے پوچھا بتاؤ تو سہی تمہیں ہؤا کیا ہے؟ اس نے کہا مجھے یہ ہؤا ہے کہ جب خدا کا جھوٹے طور پر نام لینے سے ایک دو دن میں اس قدر عزت ہو گئی ہے اور اتنا مال مل گیا ہے تو اگر میں سچے طور پر خدا کا نام لوں گا تو کیا کچھ نہ مل جائے گا۔

اس واقعہ سے پتہ لگتا ہے کہ بعض لوگ ظاہر میں کچھ ہوتے ہیں اور باطن میں کچھ۔ اسی طرح بعض ظاہر میں برے برے فعل کرتے ہیں اور باطن میں اپنے آپ کو اچھا قرار دیتے ہیں۔ اسلام نے ان دونوں طریقوں کو برا ٹھہرایا ہے اور قرار دیا ہے کہ انسان کو ظاہر میں بھی اچھا ہونا چاہئے اور باطن میں بھی۔

ظاہری اور باطنی اعمال

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے ظاہری اعمال بھی رکھے ہیں اور باطنی بھی۔ ظاہری میں تو یہ رکھا ہے کہ لوگ مسجدوں میں اکٹھے ہو کر نمازیں پڑھیں (ترمذی ابواب الصلوۃ باب ماجاء فیمن سمع النداء فلا یجیب) اور باطن میں یہ رکھا ہے کہ اپنے گھروں میں بھی نمازیں پڑھی جائیں۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے۔ جو لوگ اپنے گھروں میں نمازیں نہیں پڑھتے ان کے گھر نہیں بلکہ قبریں ہیں۔ (مسلم کتاب المساجد

و مواضع الصلوٰۃ باب استحباب صلوٰۃ النافلۃ فی بیتہ و جوازہا فی المسجد)

تو بعض عبادتیں ایسی ہیں جو دونوں طرح یعنی ظاہری اور مخفی ادا کرنے کے لئے رکھی گئی ہیں۔ اور بعض صرف مخفی ہیں۔

عبد بننے کے لئے عقائد کی اصلاح

مخفی امور میں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ انسان اپنے عقائد درست رکھے۔ جس طرح اسلام کے بتائے ہوئے عقائد کو ماننے کا حق ہے اسی طرح مانے۔ ورنہ اس وقت تک کوئی انسان عبد نہیں کہلا سکتا جب تک اس کے دل میں خدا تعالیٰ کے متعلق وہی خیالات نہ ہوں جو خدا تعالیٰ نے رکھنے کا حکم دیا ہے۔

تو عبد بننے کے لئے پہلا فرض یہ ہے کہ انسان مخفی فرائض کو ادا کرے یعنی اپنے عقائد کو درست کرے۔ پھر یہ فرض ہے کہ ایسی عبادات جن کو مخفی طور پر بجالانے کا حکم ہے ان کو بجا لائے۔ مثلاً مخفی صدقہ دے مخفی طور پر نمازیں پڑھے۔ پھر زبان کے لحاظ سے مخفی اعمال یہ ہیں کہ قرآن کریم پڑھے خدا تعالیٰ کی تسبیح کرے۔

پس عبد بننے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اعتقادات درست ہوں۔ انسان سمجھے کہ ستار، غفار، رحیم، کریم، ودود، مہیمن، قادر، خالق، مالک، رازق خدا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی تمام صفات کو اپنے دل پر نقش کرلے۔ اور ان کے متعلق کوئی شبہ نہ کرے۔ یہ مخفی فرض ہے اور یہی جڑ ہے تمام فرائض کی۔ اور یہ نہایت ضروری اور اہم بات ہے بہت لوگ ایسے ہوتے ہیں جو سمجھتے ہی نہیں کہ اسلام کیا چیز ہے۔ نمازیں پڑھتے، روزے رکھتے، حج کرتے ہیں۔ مگر یہ نہیں جانتے کہ خدا تعالیٰ کے متعلق انہیں کیا جاننا چاہئے۔ کیا آقا کے متعلق جو کچھ نہ جانے وہ نوکر کہلا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ پس عبد بننے کے لئے ضروری ہے کہ انسان اپنے آقا کو جانے کہ وہ کیا ہے۔ کیونکہ اگر وہ اپنے آقا کی صفات کو نہیں جانتا۔ تو ممکن ہے کہ اسے غلطی لگ جائے اس کے لئے یہی طریق ہے کہ اسلام نے جو باتیں خدا تعالیٰ کے متعلق بتائی ہیں ان کا اپنے دل پر نقش کرے۔ یہ پہلا فرض ہے۔ اور دوسرا فرض یہ ہے کہ زبان سے مخفی طور پر خدا تعالیٰ کی صفات بیان کرے۔ اور تیسرا یہ کہ مخفی طور پر اعمال کرے۔

ظاہری اعمال بھی ضروری ہیں

پھر اس کے ساتھ دوسری شق کو بھی نہ چھوڑے یعنی ظاہری اعمال کو بھی ترک نہ کرے۔ ان ظاہری اعمال

میں سے اہم ترین اعمال عبادات ہیں۔ اور ان میں سے بھی اہم نماز ہے۔ جب تک کوئی انسان اس فرض کو پورے طور پر ادا نہیں کرتا۔ خدا تعالیٰ کا عبد نہیں ہو سکتا۔ اور اگر کوئی باوجود اس فرض کے ادا نہ کرنے کے اپنے آپ کو عبدوں میں شمار کرتا ہے تو وہ ویسا ہی عبد ہے جیسا کہ وہ بھیگی ہوئی بلی پر ہاتھ لگا کر جواب دینے والا نوکر تھا۔ پس یہ بہت بڑا فرض ہے۔ مگر افسوس ہے کہ بہت لوگ اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ حالانکہ عبد کا یہی کام نہیں کہ اپنے آقا کی پوشیدہ طور پر خدمت کرے۔ اور پوشیدہ طور پر اس کے احکام کی تعمیل کرے۔ بلکہ یہ بھی ہے کہ ظاہر طور پر اس کے احکام کو بجالائے۔ کیونکہ جو ظاہری طور پر اپنے آقا کی خدمت نہیں کرتا اور اس کے احکام بجا نہیں لاتا اس میں عُجب اور تکبر پایا جاتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے اگر میں نے ظاہری طور پر خدمت کی تو لوگ مجھے اس کا خدمت گار کہیں گے۔ میں نے دیکھا ہے ایک شخص تھا ابو سعید اس کا نام تھا۔ اسے خواجہ کمال الدین صاحب سے بہت محبت تھی اور ان کی بڑی خدمت کیا کرتا تھا۔ حتیٰ کہ خواجہ صاحب کو پاخانہ کی چوکی پر لوٹا رکھ دیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ جب کہ حضرت صاحبؑ گورداسپور تھے اور خواجہ صاحب بھی وہیں تھے۔ خواجہ صاحب نے یہ سمجھ کر کہ ابو سعید میری بڑی خدمت کرتا ہے۔ مجلس میں اسے کہا چٹائی اٹھا لاؤ۔ اس نے کہا میں تمہارا نوکر نہیں ہوں خود اٹھا لاؤ۔ یہ جواب سن کر خواجہ صاحب حیران رہ گئے۔ پیچھے اس نے خواجہ صاحب کو کہا کہ میں آپ کی ہر ایک خدمت کرنے کو تیار ہوں مگر آپ یہ یاد رکھیں کہ لوگوں کے سامنے مجھے کوئی کام نہ کہیں اس طرح میری ہتک ہوتی ہے۔

تو جو انسان ظاہری طور پر خدا تعالیٰ کے احکام کی تعمیل نہیں کرتا اس میں انانیت پائی جاتی ہے۔ اور جس میں انانیت پائی جائے وہ خدا تعالیٰ کا عبد نہیں بن سکتا۔

مسجد میں نماز پڑھنے سے عُجب دور ہوتا ہے

اسی لئے خدا تعالیٰ نے مسجدوں میں عبادت کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس کی یہ غرض نہیں ہے کہ لوگ ریاء کے طور پر نمازیں پڑھیں۔ بلکہ یہ ہے کہ انسان بتائے کہ میں ایک خدا کا غلام ہوں۔ اور اس طرح اپنے عُجب اور تکبر کو توڑے۔ پس خدا تعالیٰ نے اس طرح عُجب کی اس ٹانگ کو بھی توڑ دیا ہے۔

پس اگر تم خدا تعالیٰ کی عبادت کرتے ہو۔ مگر اپنے گھروں میں نمازیں پڑھتے ہو۔ اور مسجد میں اللہ اکبر کر کے لوگوں کو نہیں بتاتے کہ ہم خدا تعالیٰ کے بندے اور عبد ہیں تو معلوم ہوا کہ

تم میں عُجب پایا جاتا ہے۔ اور معلوم ہؤا کہ تم خدا تعالیٰ کے شریک بنتے ہو۔ اور اپنے آپ کو بھی کچھ سمجھتے ہو۔ مگر یاد رکھو جب تک تم علی الاعلان یہ نہ کہو کہ ہم خدا کے غلام ہیں۔ اس وقت تک تم خدا کے عبد نہیں بن سکتے۔ اور اس کا یہی طریق ہے کہ مسجدوں میں آکر اپنی غلامی کا اقرار کرو۔ اور اپنے سر کو خدا تعالیٰ کے حضور جھکاؤ۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے اپنی جماعت کو بارہا اس طرف توجہ دلائی ہے۔ اور اب پھر دلاتا ہوں کہ تم لوگ جب تک اس طرف توجہ نہ کرو گے اس وقت تک تم خدا کے عبد کہلانے کے مستحق نہیں ہو گے۔ مسجدوں کو چھوڑ کر گھروں میں تمہارا نماز پڑھنا تمہارے عُجب کی علامت کو ظاہر کرتا ہے الا ماشاء اللہ۔ ہاں بیماری ہو یا کوئی اور وجہ تو اور بات ہے۔ ورنہ تمہارا اس طرح کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ تم اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کا شریک سمجھتے ہو۔ اور پھر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ تمہارے عُجب کی یہ ٹانگ ابھی ٹوٹی نہیں۔ لیکن جب مسجد میں آکر تم خدا تعالیٰ کے آگے اپنا سر جھکاتے ہو۔ تب معلوم ہوتا ہے کہ تم نے عُجب کی اس ٹانگ کو بھی توڑ دیا ہے۔

مساجد میں مساوات

دیکھو مساجد میں خدا تعالیٰ نے کیا طریق قرار دیا ہے۔ ایک بادشاہ ہے اور ایک غلام۔ لیکن غلام خدا کے اس گھر میں بادشاہ کے زانوں بہ زانوں بیٹھ سکتا ہے۔ مکہ اور قسطنطنیہ میں ایسا ہؤا ہے کہ کوئی بادشاہ نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہؤا ہے اور ایک ادنیٰ آدمی اس کے پہلو بہ پہلو کھڑا ہو گیا۔ پولیس اور فوج وغیرہ سب عاجز تھے اور کوئی اس کو ہٹا نہیں سکتا تھا۔ اس کا نتیجہ کیا ہؤا؟ یہ کہ جن کے دلوں میں تکبر اور عُجب تھا انہوں نے مسجدوں میں آنا چھوڑ دیا۔ مسجد چونکہ خدا کا گھر ہے جس کے سب ادنیٰ اور اعلیٰ غلام ہیں۔ اس لئے اس میں دنیوی حیثیت سے ادنیٰ درجہ کے لوگوں نے بادشاہوں کو شکست دے دی۔ بعضوں نے مسجد کے ساتھ الگ کوٹھریاں بنوائیں۔ لیکن وہ مسجد نہیں کہلا سکتیں۔ کیونکہ مسجد میں آنے سے روکنے کا کسی کو حق نہیں ہے۔ سوائے اس صورت کے کہ کوئی شخص مسجد کو ذکر الٰہی کے سوا کسی اور غرض یا فتنہ کے لئے استعمال کرنا چاہتا ہو۔

باجماعت نماز پڑھنے کی تاکید

غرض نماز باجماعت بہت بڑا فرض ہے۔ اور اتنا بڑا فرض ہے کہ اس کو پورا کئے بغیر کوئی انسان خدا تعالیٰ کا عبد نہیں بن سکتا۔ پس میں آپ لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ یہ سب سے بڑا فرض ہے جس کو ادا کرنا آپ لوگوں کا کام ہے۔ اپنا نقصان کر کے تکلیف اٹھا کر جہاں تک بھی ہو سکے مسجدوں میں آؤ

اور باجماعت نماز ادا کیا کرو۔ کیونکہ اس کے بغیر تم خدا تعالیٰ کے عبد نہیں ہو سکتے۔

اس کے بعد اور بھی طریق ہیں۔ مثلاً حج کرنا' ظاہری طور پر صدقات دینا' رمضان کے روزے رکھنا۔ یہ ظاہری عبادات ہیں۔

آپس کے معاملات درست رکھو

اعمال ظاہری کا دوسرا رکن معاملات ہیں۔ معاملات کے متعلق بھی خدا تعالیٰ نے احکام دیئے ہیں۔ اور جب تک معاملات کو درست نہ کیا جائے اس وقت تک بھی انسان خدا تعالیٰ کا عبد نہیں بن سکتا۔ مثلاً باپ کا بیٹے سے معاملہ ہے۔ اس کو درست رکھے اور گو وہ باپ ہے۔ لیکن چونکہ معاملات کو درست رکھنے کا خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ باپ بھی اس امر کا خیال رکھے۔ پھر بیٹے کا باپ سے تعلق ہے۔ پھر حکومت سے تعلق ہے۔ بھائی کا بھائی سے تعلق ہے۔ خاوند کا بیوی سے تعلق ہے۔ دوست کا دوست سے تعلق ہے۔ بچہ کا ماں سے تعلق ہے۔ انسان کا دوسرے انسانوں سے تعلق ہے ان کو درست رکھنا چاہئے۔ پہلے تو خدا سے بندے کے تعلقات تھے۔ اور یہ بندے کے بندے سے تعلق ہیں۔ گویا اعمال ظاہری کی بھی دو لاتیں ہیں جن کے ذریعہ انسان کھڑا ہو سکتا ہے۔ اور جو ان سے محروم ہو وہ خدا تعالیٰ کا عبد ہونے کے مقام پر کھڑا نہیں رہ سکتا۔ ان میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے مگر بہت لوگ کوتاہی کرتے ہیں۔ وہ نمازیں پڑھتے ہیں' روزے رکھتے ہیں' زکوٰۃ دیتے ہیں' حج کرتے ہیں۔ مگر دس روپیہ بھی اگر کوئی ان کے پاس امانت رکھے اور پھر مانگنے آئے تو ان کی جان نکلنے لگتی ہے۔ وہ امانت میں خیانت کرتے ہیں۔ دوسروں کے حقوق ادا نہیں کرتے۔ آپس کے معاملات درست نہیں رکھتے۔ حالانکہ کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک پورے طور سے دوسروں کے حقوق ادا نہیں کرتا۔

ایک ضمنی بات

اس موقع پر میں ضمناً ایک اور بات بھی کہنا چاہتا ہوں۔ ایک شخص نے مجھے کہا ہے کہ میں پہلے جب احمدی ہؤا تھا تو مجھ پر خوابوں کا بڑا انکشاف ہؤا۔ لیکن پھر بند ہو گئیں اس کی کیا وجہ ہے۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ گھر میں سے عبد کو ہی مستقل طور پر کھانا ملا کرتا ہے۔ پس یوں تو خدا تعالیٰ اپنے فضل کا نمونہ کبھی دوسروں کو بھی دکھا دیتا ہے تاکہ ان کو ایمان کی لذت چکھائے۔ لیکن اگر وہ اعمال صالح میں کمی کریں۔ تو پھر اس سلسلہ کو جاری نہیں رکھا جاتا۔ اس فضل کی مثال ایسی ہی ہے۔ جیسا کہ دکاندار اپنی چیز کا نمونہ دکھانے کے لئے

تھوڑی سی چیز بغیر قیمت کے دے دیا کرتا ہے۔ اس پر اگر کوئی سارے خوان کی طرف ہاتھ بڑھائے تو اسے دکان سے باہر نکال دیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے لئے قیمت خرچنا ضروری ہے۔

تو پہلے پہلے ایمان لانے کے وقت جو کچھ انسان کو دکھایا جاتا ہے وہ اس کی کسی قیمت ' کوشش ' محنت اور خوبی کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ نمونہ کے طور پر ہوتا ہے اور پھر اس کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ محنت اور کوشش کرے۔ ابتلاء اٹھائے اور ثابت قدمی دکھلائے۔ تب اس انعام کو پائے۔

پس ابتداء میں جو انعام ہوتا ہے۔ وہ نمونہ اور چاشنی کے طور پر ہوتا ہے۔ اس کے بعد اگر انسان سعی ' محنت اور کوشش کرتا ہے اور خدا تعالیٰ کا عبد ہو جاتا ہے۔ تو اس کے لئے خاص انعامات کا دروازہ کھولا جاتا ہے۔

پس یہ مت خیال کرو کہ خدا تعالیٰ کے عبد کامل یونہی بن سکتے ہو۔ اس کے کئی درجے ہیں۔ ابتداء میں یوں سہارا دینے اور آگے بڑھنے کا حوصلہ دلانے کے لئے خدا تعالیٰ فضل کر دیتا ہے۔ اور اس کی مثال ایسی ہی ہوتی ہے۔ جیسا کہ تھکے ہوئے گھوڑے کو راستہ میں گھاس دکھا دی جاتی ہے تاکہ وہ دوڑے۔ لیکن اصل وقت اس کے گھاس کھانے کا وہی ہوتا ہے جب کہ منزل مقصود پر پہنچ جاتا ہے۔ تو ابتداء میں خدا تعالیٰ انسان کی ہمت بندھانے اور اسے اپنے انعام کا نمونہ دکھانے کے لئے کچھ دکھا دیتا ہے۔ جو پورے طور پر اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب کہ انسان عبد بن جاتا ہے۔

آپس کے معاملات کیسے ہونے چاہئیں

اب میں پھر اصل مضمون کی طرف آتا ہوں میں نے بتایا ہے کہ عبد بننے کے لئے دوسرا فرض معاملات کو درست رکھنا ہے۔ اور آپ لوگوں کو میں نصیحت کرتا ہوں کہ اس فرض کی ادائیگی کے لئے پوری پوری کوشش کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تم سودا لو اور قیمت کم دو۔ ایسا نہ ہو کہ تم سودا بیچو اور کھوٹا بیچو۔ ایسا نہ ہو کہ تم کسی کے نوکر ہو اور بددیانتی کرو۔ ایسا نہ ہو کہ کسی کے ساتھ تمہاری شراکت ہو اور بلا اجازت مال کھا جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ تم قاضی اور جج بنائے جاؤ اور رشوت لو۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی کام تمہارے سپرد کیا جائے اور تم اس کو اچھی طرح نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہیں طاقت اور قدرت حاصل ہو اور تم لوگوں پر ظلم کرو۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی مسکین اور غریب تمہارے پاس آئے اور تم اسے دھتکار دو۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی خدا کے لئے تم سے سوال

کرے اور تم اسے ملول کرو۔ ایسا نہ ہو کہ لوگوں کے سامنے تم گورنمنٹ کے وفادار کہلاؤ اور دل میں کچھ اور خیالات ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ تم اپنے آپ کو امین ظاہر کرکے کسی پر اعتبار جمالو اور جب وہ تم سے معاملہ کرے تو اس سے خیانت کرو۔ بلکہ تم ایسے بنو کہ تمہارا اندر باہر ایک جیسا ہو۔ اور ایسے بن جاؤ کہ خدا تعالیٰ کے ہر ایک حکم کے سامنے اپنی گردن جھکا دو اور خدا تعالیٰ کے لئے ہر ایک قربانی کرنے کے لئے تیار رہو۔ جب تک ایسے نہ بنو گے خدا تعالیٰ کے عبد نہیں کہلا سکو گے۔ پس تم اپنے معاملات کی خاص طور پر نگہداشت کرو۔ کچھ معاملات کا تو میں نے ذکر کر دیا ہے۔ لیکن چونکہ وقت کم ہے اس لئے سب معاملات کی میں تشریح نہیں کر سکتا مگر تم سب کا ہی خیال رکھو۔

معاملات کی دو شقیں

یہ بھی یاد رکھو کہ معاملات کی بھی دو شقیں ہیں۔ ایک وہ کہ ان کا حکم ہماری شریعت میں ہی موجود نہیں ہے بلکہ دوسرے مذاہب میں بھی ان کے متعلق حکم پایا جاتا ہے۔ مثلاً ہمارے مذہب میں آتا ہے خیانت نہ کرو۔ عیسائی مذہب کی بھی اس بارے میں یہی تعلیم ہے اور ہندو مذہب بھی یہی کہتا ہے۔ اسی طرح ہمارے مذہب میں حکم ہے رحم کرو۔ عیسائیت اور ہندو مذہب بھی یہی کہتے ہیں۔ ان احکام کا پورا کرنا بھی ضروری ہے۔ مگر ان سے زیادہ توجہ مؤمن کو اس دوسری قسم پر دینی چاہئے جس میں وہ احکام پائے جاتے ہیں جو دوسرے مذاہب کے احکام سے مختلف ہیں۔ اور پھر ان سے بھی زیادہ ان پر توجہ کرنی چاہئے جن کو دوسرے مذاہب والے بری نظر سے دیکھتے ہیں۔ کیونکہ اگر مسلمان بھی اپنے عمل سے یہ ظاہر کریں گے کہ اسلام کے وہ احکام قابل عمل نہیں ہیں تو جتنے لوگ ان احکام کی وجہ سے اسلام سے پھریں گے ان سب کا گناہ انہی کی گردن پر ہوگا۔ مثلاً انجیل میں جس شخص نے یہ تعلیم درج کی کہ اگر کوئی تیرے ایک گال پر تھپڑ مارے تو دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے۔ اس کو ناقابل عمل قرار دے کر جتنے لوگ عیسائیت کو خیرباد کہیں گے ان کا ذمہ دار وہی شخص ہوگا جس نے یہ تعلیم دی۔ پس اسلام جن باتوں میں دوسرے مذاہب سے ممتاز ہے اور جن پر دوسرے لوگ طعنہ کرتے ہیں ان کو اگر مسلمان بھی چھوڑ دیں۔ اور ان کی طرف توجہ نہ کریں تو گویا وہ معترضوں کو خود موقع دیتے ہیں کہ وہ اسلام پر اعتراض کریں۔ اور اس طرح لوگوں کو اسلام سے متنفر کریں اس لئے ان کی طرف خاص طور پر توجہ کرنی چاہئے۔

تعدد ازدواج کا مسئلہ

ان معاملات میں سے ایک خاص معاملہ تعدد ازدواج کا ہے۔ میں ہی شاید وہ شخص ہوں جو قرآن کریم' احادیث اور حضرت مسیح موعودؑ کی تحریروں سے استدلال کرکے احمدیہ سلسلہ میں سے اس کی تائید میں زور دیتا رہا ہوں۔ لیکن اس وقت میں اس کا ایک دوسرا پہلو دکھانا چاہتا ہوں۔ میں اس پر اس لئے زور دیا کرتا ہوں کہ رسول کریم ﷺ پر مخالفین اعتراض کرتے ہیں کہ آپؐ نے نعوذ باللہ شہوت رانی کے لئے ایک سے زیادہ نکاح کئے تھے۔ اب مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ دنیا کو دکھلادیں کہ رسول کریم ﷺ کی یہ شہوت رانی نہیں تھی بلکہ بہت بڑی قربانی تھی۔ جب کوئی ایک سے زیادہ بیویاں کرتا ہے تب اس کو پتہ لگتا ہے کہ یہ کتنی بڑی مشکل بات ہے۔ رسول کریم ﷺ پر تو یہ اعتراض کر دیا گیا ہے کہ آپؐ نے نعوذ باللہ شہوت رانی کے لئے زیادہ بیویاں کیں۔ مگر میں تجربہ کے بعد جانتا ہوں کہ دو عورتوں کے ساتھ ہی مساوی معاملہ کرنے میں کس قدر نفس کی قربانی کرنی پڑتی ہے۔ اور یہ رسول کریم ﷺ ہی کی شان تھی کہ آپؐ نے نو ۹ کے ساتھ مساوی معاملہ کیا۔ شہوت رانی تو یہ ہے کہ ایک کو چھوڑ کر دوسری عورت کو اپنے پاس رکھا جائے نہ یہ کہ ایک شخص جو سب کو مساوی حقوق دیتا ہے' مساوی سلوک کرتا ہے' اسے شہوت ران کہا جائے۔ کیونکہ یہ کھلی بات ہے کہ جب ایک انسان کی کئی بیویاں ہوں تو ان میں سے کسی ایک کے ساتھ دوسری بیویوں کی نسبت زیادہ محبت ہوگی۔ اور بعض دفعہ ہو سکتا ہے کہ کسی ایک عورت سے کسی سبب سے نفرت بھی ہو۔ مگر باوجود اس کے جو شخص اپنی سب بیویوں سے یکساں سلوک کرتا ہے ایسے شخص کو کس طرح شہوت ران کہا جاسکتا ہے؟ کیا نفس کی قربانی کے معنی شہوت رانی ہوتے ہیں اگر نہیں، تو ایک سے زیادہ بیویوں سے مساوی سلوک کرنا بہت بڑی نفس کی قربانی ہے۔ اور جو شخص مذہبی' قومی' یا ملی فوائد کو مدّ نظر رکھ کر یہ بوجھ اٹھاتا ہے وہ فدائے قوم سمجھا جائے گا نہ کہ شہوت ران۔ اور جو شخص اپنی ذاتی ضروریات کو مدّ نظر رکھ کر ایک سے زیادہ نکاح کرتا ہے لیکن سب بیویوں سے برابر کا سلوک کرتا ہے وہ بھی شہوت ران نہیں بلکہ اپنے نفس پر قابو رکھنے والا انسان کہلائے گا۔ غرض میں نے جو ایک سے زیادہ بیویاں کرنے پر زور دیا ہے تو صرف اس غرض سے کہ اس سے اسلام کے اس حکم کو صاف کیا جائے اور رسول کریم ﷺ پر سے اعتراض مٹایا جاوے۔ وَاللّٰہُ عَلٰی مَا اَقُوْلُ شَھِیْدٌ۔

تعدد ازدواج کے متعلق مسلمانوں کا بُرا نمونہ

مگر میں دیکھتا ہوں کہ مسلمان ہی اس مسئلہ میں برا نمونہ دکھا کر دوسروں کے لئے ٹھوکر کا موجب بن رہے ہیں۔ عیسائیوں کی عورتیں آکر مسلمان عورتوں کو کہتی ہیں کہ مسلمان دوسری شادی کر کے عورتوں پر بڑا ظلم کرتے ہیں۔ اور سو ۱۰۰ میں سے ننانوے مسلمان عورتیں ایسی ہیں جو کہتی ہیں کہ ہاں واقع میں ہم پر یہ بہت بڑا ظلم ہے اور یہ کہہ کر وہ کافر ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ شریعت اسلام پر ظلم کا الزام لگاتی ہیں۔ مگر میں پوچھتا ہوں اس کا ذمہ دار کون ہے؟ وہی جن کی وجہ سے عورتوں کو اس اعتراض کا موقع ملا۔ اور وہی جنہوں نے اپنی نفس پرستی کی وجہ سے دشمنوں کو محمد ﷺ پر اعتراض کا موقع دیا۔ اور اسلام پر ہنسی اڑوائی۔ یہی وجہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے جو شخص دو بیویاں کر کے ان سے مساوی سلوک نہیں کرتا۔ قیامت کے دن وہ ایسے حال میں اٹھے گا کہ اس کا آدھا دھڑ ہو گا اور آدھا نہیں۔ (ترمذی ابواب النکاح باب ماجاء فی التسویۃ بین الضرائر) اور کون کہہ سکتا ہے کہ وہ آدھا دھڑ کون سا ہو گا؟ وہ جس میں دل ہے یا وہ جس میں دل نہیں۔ پس یہ وہ حکم ہے۔ جس پر مخالفین کی طرف سے بڑے شور سے اعتراض کئے جاتے ہیں۔ اور جس کے متعلق مسلمان اپنے عمل سے مخالفین کو اعتراض کرنے کا موقع دے رہے ہیں۔

نفس پاک رکھنے والے اپنے عمل سے مخالفین کا اعتراض دور کریں

میرا دل چاہتا ہے کہ ہماری جماعت کے جو لوگ نفس پاک رکھتے ہیں اور اسلام کو اپنی شہوت رانی پر قربان کرنے والے نہیں وہ اس حکم پر عمل کر کے اسلام پر سے اس اعتراض کو دور کریں۔ اور عملاً اس کا جھوٹا ہونا ثابت کر دیں۔ ابتداءً بیشک ان کے اس فعل پر بھی اعتراض ہوں گے۔ لیکن آہستہ آہستہ جب لوگ اپنی آنکھوں سے اس بات کو دیکھیں گے کہ یہ فعل شہوت رانی نہیں ہے بلکہ اس امر پر کوئی شخص قادر بھی نہیں ہو سکتا جب تک کہ شہوت کو دبانے پر قادر نہ ہو تو خود بخود ان کی آنکھیں کھل جاویں گی اور اپنی غلطی کا اقرار کرنے لگیں گے۔

بیویوں سے مساوی سلوک کرنے میں احتیاط

میں آپ لوگوں کو اپنا حال سناتا ہوں کہ میں اس قدر احتیاط سے کام لیتا ہوں۔ پچھلے دنوں جب میں بیمار ہؤا اور میں نے دیکھا ادھر ادھر آجا نہیں سکتا تو میں نے کہا کہ

میری چارپائی والدہ کے گھر پہنچادی جائے تاکہ میں ایک مشترک گھر میں رہوں۔ اور کسی بیوی کو شکایت نہ ہو کہ دوسری کے ہاں رہتا ہوں۔

رسول کریم ﷺ نے بیویوں کے حقوق کے متعلق خاص تاکید فرمائی ہے۔ اور اس معاملہ میں اس قدر تشدد کیا ہے کہ جب آپ مرض الموت میں تھے اور نماز کے لئے بھی باہر نہیں آسکتے تھے۔ تو اپنی سب بیویوں کو جمع کرکے کہا کہ اگر تمہاری اجازت ہو تو میں کسی ایک گھر میں رہوں۔ یہ تھی آپ کی احتیاط۔ اس کو نادان اور اندھی دنیا شہوت رانی کہتی ہے۔ چنانچہ سب نے اجازت دی۔ (بخاری کتاب المغازی باب مرض النبی ﷺ ووفاتہ وقول اللّٰہ تعالیٰ انک میت وانھم میتون) اور خدا نے چاہا کہ وہ آپس میں سے اسی کو چُنیں جس کو خدا نے سب پر فضیلت دی تھی اور وہ عائشہؓ تھیں۔ حضرت عائشہؓ کے گھر جانے کے تین چار روز بعد آپ فوت ہو گئے۔ بیویوں کے متعلق یہ طرز عمل تھا اس انسان کا جس پر اعتراض کئے جاتے ہیں۔ اور مسلمانوں کی طرف سے کرائے جاتے ہیں۔ کیونکہ مسلمانوں میں سے آدھا حصہ عورتیں ہیں جو کہتی ہیں کہ ایک سے زیادہ بیویوں میں عدل نہیں کیا جاسکتا۔ اور صرف عورتیں ہی نہیں کہتیں مرد بھی کہتے ہیں کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ دیکھتے ہیں کہ جو لوگ مسلمانوں میں سے ایک سے زیادہ عورتیں کرتے ہیں وہ ان میں عدل نہیں کرتے۔ پس سوچے اور غور کرے وہ مسلمان اور سوچے اور غور کرے وہ احمدی جو عیسائیوں کو کہتا ہے کہ تمہارے مذہب میں ایسی تعلیم پائی جاتی ہے جس پر عمل نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن وہ خود اپنے عمل سے بتاتا ہے کہ اسلام میں بھی ایسی تعلیم ہے جس پر عمل نہیں ہو سکتا۔

رسول کریمؐ پر ایک بیوی کے متعلق اعتراض اور اس کا جواب

بعض نادان بعض حدیثوں کی بناء پر کہہ دیا کرتے ہیں کہ رسول کریمؐ نے بھی ایک بیوی کے گھر اس لئے جانا چھوڑ دیا تھا کہ وہ بوڑھی ہو گئی تھیں۔ حالانکہ حدیثوں سے یہی ثابت ہے کہ اس عورت نے خود رسول کریم ﷺ کو کہا تھا کہ میں اپنی باری عائشہؓ کو دیتی ہوں۔ (بخاری کتاب النکاح باب المرءۃ تھب یومھا من زوجھا لضرتھا وکیف یقسم ذلک) بے شک روایت کیا جاتا ہے کہ اس بیوی کے دل میں ڈر پیدا ہو گیا تھا کہ ایسا نہ ہو کہ رسول کریم ﷺ مجھے بوجہ بڑھاپے کے طلاق دے دیں۔ اور ممکن ہے یہ بات درست ہو۔ عورتیں بعض دفعہ اپنی کمزوری کے باعث اس قسم کے وہموں

میں مبتلاء ہو جاتی ہیں۔ مگر رسول کریم ﷺ کے دل میں یہ خیال کبھی پیدا نہیں ہو سکتا تھا اور نہ ہؤا۔ آپؐ کی عمر کا ایک ایک لحظہ اور ایک ایک دقیقہ اس افتراء کی تردید کرتا ہے' اس بہتان کو رد کرتا ہے اور اس خیال کو دھکے دیتا ہے۔ بدبخت ہے وہ انسان جو محمد رسول اللہ ﷺ کا متبع کہلا کر ایسا خیال دل میں لاتا ہے۔ اور اندھا ہے وہ آدمی جو محمد رسول اللہ ﷺ کی زندگی کو دیکھتے ہوئے پھر اس پر یقین کرتا ہے۔ رسول کریم ﷺ کی شادی پچیس برس کی عمر میں حضرت خدیجہؓ سے ہوئی تھی اور اس وقت حضرت خدیجہؓ کی عمر ۴۰ سال کی تھی۔ حضرت خدیجہؓ چونسٹھ سال کی عمر میں فوت ہوئیں۔ اور اس وقت آنحضرت ﷺ کی عمر انچاس سال کی تھی۔ مگر دوست اور دشمن شاہد ہیں کہ آپؐ نے حضرت خدیجہؓ سے ایسا برتاؤ کیا جس کی نظیر دنیا میں بہت کم ملتی ہے۔ حضرت سودہؓ سے آپؐ کی شادی حضرت خدیجہؓ کے بعد ہوئی۔ اور ان کی وفات ۵۴ ہجری میں ہوئی ہے۔ چونکہ ان کی عمر کا صحیح اندازہ مجھے معلوم نہیں۔ میں سن وفات سے اندازہ لگاتا ہوں کہ اگر وہ نوّے سال کی عمر میں فوت ہوئی ہوں۔ تو چوالیس سال جو وہ رسول کریم ﷺ کے بعد زندہ رہیں۔ نکال کر ان کی عمر آنحضرت ﷺ کی وفات کے وقت چھپن ۵۶ سال بنتی ہے۔ اب کیا کوئی شخص خیال کر سکتا ہے کہ وہ شخص جس نے پچاس سالہ عمر میں چونسٹھ سالہ بیوی سے نہایت وفادارانہ گزارہ کیا تھا وہ اپنی ترِیسٹھ [۶۳] سالہ عمر میں چھپن [۵۶] سالہ بیوی کو اس لئے طلاق دینے پر آمادہ ہو جاوے گا کہ وہ بوڑھی ہو گئی ہے۔ اِنْ هٰذَا اِلَّاۤ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ۔

پس اگر اس روایت میں کوئی حقیقت ہے تو حضرت سودہؓ کے خیال سے زیادہ وقعت اسے حاصل نہیں۔ اور عورتوں میں اس قسم کے خیال پیدا ہو جانا قابل تعجب نہیں۔ رسول کریم ﷺ کا یہ ہرگز خیال نہیں تھا۔

پس وہ مسلمان جو ایک سے زیادہ بیویاں کرتے ہیں۔ ان کو اسلام کی تعلیم کے مطابق عمل کر کے دکھانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اور شہوت رانی اور نفس پرستی کے پیچھے نہیں پڑنا چاہئے تا مخالفین اسلام کو حرف گیری کا موقع نہ ملے۔

مسئلہ سود

اسلام کا وہ دوسرا حکم جس کے متعلق میں خاص طور پر توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ اور جو ان احکام میں سے ہے جن میں اسلام دوسرے مذاہب سے بالکل مختلف احکام دیتا ہے وہ سود کی ممانعت کا حکم ہے۔ میں چاہتا تھا کہ اس کے متعلق تفصیل سے بیان کرتا مگر

وقت زیادہ گزر گیا ہے اس لئے مختصر ہی بیان کرتا ہوں۔

سود کا مسئلہ وہ مسئلہ ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اسلام نے اس سے روک کر مسلمانوں کو ترقی کرنے سے روک دیا ہے۔ کہتے ہیں سود کے بغیر کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی اور بد قسمتی سے اکثر مسلمانوں کی بھی یہی رائے ہے۔

سُود کے جواز کے حیلے

اور اسی وجہ سے بعض نے لوگوں سے ڈر کر سُود کے معنی اور اور کرنے شروع کر دیئے ہیں۔ اور کہتے ہیں اسلام میں اس طرح کا سُود لینے کی ممانعت آئی ہے کہ سُود دے کر دُگنا لیا جائے۔ معمولی سود لینے کی ممانعت نہیں ہے کیونکہ یہ سُود نہیں بلکہ منافع ہے۔ ان لوگوں کی مثال اس شخص کی ہے جس سے کسی نے پوچھا تھا کہ تمہارا کوئی لڑکا بھی ہے؟ اس نے کہا کوئی نہیں۔ لیکن جب وہ چلا تو چار لڑکے اس کے لمبے کُرتے کے نیچے سے نکل پڑے۔ پوچھنے والے نے کہا تم تو کہتے تھے میرا کوئی بچہ نہیں۔ یہ چار کس کے بچے ہیں؟ اس نے کہا چار بچے بھی کوئی بچے ہوتے ہیں؟ یہ لوگ بھی کہتے ہیں کہ سات فیصدی بھی کوئی سُود ہے؟ بعض دوسروں نے یہ فتویٰ دے کر کہ غیر مسلموں سے سُود لینا جائز ہے ایک اور راہ نکالی ہے۔ پھر بعض نے یہ فتویٰ دے دیا ہے کہ غیر مذہب کی حکومتوں کے ماتحت جو مسلمان ہیں ان سے بھی سُود لینا جائز ہے۔ اب مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد تو غیر مذاہب ہی کی حکومتوں کے ماتحت ہے۔ ان کے لئے جواز نکل آیا۔ پھر اسی پر بس نہ کی گئی بلکہ یہ کہدیا گیا کہ سُود وہ ہوتا ہے جو بہت بڑی تعداد میں لیا جائے۔ اب کسی کے لئے بھی روک باقی نہ رہی۔ حالانکہ بائبل اور قرآن کریم کی تعلیم میں یہی فرق ہے کہ توریت میں کہا گیا ہے کہ تُو اپنے بھائی سے سُود نہ لے۔ لیکن رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ تُو کسی سے بھی سُود نہ لے۔ کیونکہ آپؐ نے سُود لینے کے متعلق کوئی شرط نہیں لگائی۔ اور یہاں تک فرما دیا ہے کہ سُود لینے اور دینے والا اور اس پر گواہی ڈالنے والا سب جہنم میں ہوں گے۔ (مسند احمد بن حنبل جلد ۳ صفحہ ۳۸۱) اور قرآن کریم میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو سود لینے سے نہیں رکتا وہ ہم سے لڑنے کے لئے تیار ہو جائے۔ مگر باوجود اس کے لوگوں نے کوئی خیال نہیں کیا اور دشمنان اسلام کو یہ کہنے کا موقع دیا ہے کہ اسلام کی تعلیم بھی ہر زمانہ کے لئے قابل عمل نہیں ہے۔ کاش! یہ لوگ ہوش کرتے اور اپنی بداعمالیوں سے اسلام کو تو بدنام نہ کرتے۔

درحقیقت سُود سے روکنا اسلام کے اعلیٰ ترین احکام میں سے ہے۔ اسلام نہیں چاہتا کچھ

لوگوں کے پاس روپیہ جمع ہو جاوے اور باقی بھوکے مرتے رہیں۔ بلکہ چاہتا ہے کہ سب کو برابر کا موقع ملے تمدن قائم ہو اور اس کے لئے ضروری ہے کہ سُود کے لین دین کو بند کیا جائے۔ ہمارے زمیندار بھائی شاید خیال کرتے ہوں گے کہ تاجر لوگ سُود لیتے ہوں گے زمیندار ایسا نہیں کرتے وہ تو ہمیشہ سے سُود دینے کے ہی عادی چلے آئے ہیں لیکن یہ درست نہیں۔ زمیندارہ بینکوں نے زمینداروں کو بھی سُود خور بنا دیا ہے۔ اس کا نام بدل دیا گیا ہے اور لوگوں کو دھوکا دیا جاتا ہے کہ یہ سود نہیں ہے۔ ورنہ ہے یہ بھی سود ہی۔ خواہ اس کا نام زمیندارہ بینک رکھ لو یا سرکاری بینک یا ہی کھاتہ۔ کچھ ہو یہ سب سود ہی ہے۔

سُود لینے کے نقصانات مسلمانوں کو

سُود لینے سے اب تک مسلمان جو کچھ نقصان اٹھا چکے ہیں وہ پوشیدہ نہیں۔ ان کی زمینیں اور جائدادیں چھن کر دوسروں کے پاس چلی گئیں اور وہ قلّاش ہو گئے۔

یہ تو عوام کا حال ہے۔ مسلمانوں کی جس قدر سلطنتیں مٹیں ان کی ہلاکت کی وجہ بھی یہی ہوئی۔ ترکوں نے جب دوسری سلطنت سے قرض لیا تو قرض دینے والوں نے کہا کہ فلاں علاقہ کے انتظام میں ہمارا دخل ہونا چاہئے۔ اور وہ دخل ایسا ہؤا کہ سب کچھ جاتا رہا۔ اودھ والوں کا معاملہ اس کے الٹ ہے۔ انہوں نے کسی کو سُود دیا نہیں بلکہ خود لینا چاہا۔ اور بہت سا روپیہ بینکوں میں جمع کرا دیا۔ اسی روپیہ کی وجہ سے انہیں تباہ ہونا پڑا۔ تو سیاسی طور پر سُود کا لینا دینا مسلمانوں کے حق میں سخت نقصان دہ ثابت ہؤا۔ کیونکہ انہوں نے خدا تعالیٰ کے صریح حکم کے خلاف کیا۔ مسلمانوں کو نقصان اس لئے پہنچا ہے کہ ان کا خاص فرض تھا کہ اس سے بچتے اور جب نہ بچے تو دوسروں کی نسبت زیادہ سزا کے نیچے آئے۔

سُود کے نقصان یورپ کو

مگر یہ طبعی طور پر یورپ کے لئے بھی مضر ثابت ہو رہا ہے وجہ یہ کہ یورپ کی تمدنی حالت ایسی ہو گئی ہے کہ امراء اور غرباء کا مقابلہ ہو رہا ہے۔ اسلام میں تو امیر اور غریب بھائی بھائی سمجھے جاتے ہیں۔ لیکن وہاں امیر اور آدم کی اولاد اور غریب اور آدم کی اولاد قرار دیئے جاتے ہیں۔ اس لئے ان کا آپس میں مقابلہ ہو رہا ہے۔ ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کے لئے کمپنیاں بنی ہوئی ہیں۔ جس کا بس چلتا ہے دوسرے کو نقصان پہنچانے سے دریغ نہیں کرتا۔ اس کی بڑی وجہ یہی سُود ہے کیونکہ سود کے ذریعہ امراء روپیہ حاصل کر کے ہر قسم کی تجارت اور حرفت اپنے قبضہ میں کر لیتے ہیں اور کام

کرنے والوں کو اپنے قابو میں رکھتے ہیں۔

پس سُود ہی ہے جس نے چند ہاتھوں میں دولت کو دے دیا ہے اور یہ ابتری پھیل رہی ہے۔ لیکن اسلام نے یہ ہرگز جائز نہیں رکھا کہ چند لوگوں کے پاس دولت جمع ہو جائے اور باقی سب لوگ بھوکے مرتے رہیں۔ اس لئے اسلام نے مالدار پر اپنے مال کا چالیس واں حصہ ہر سال دینا ضروری قرار دیا ہے۔ تو یورپ کی موجودہ خطرناک حالت سے سُود کا بڑا تعلق ہے۔

گذشتہ جنگ کی خبر قرآن میں اور اس کا تعلق سُود سے

دوسرے ایک اور بات جو سود ہی کا خطرناک نتیجہ تھی وہ حال ہی کی جنگ تھی۔ اور اس جنگ کی خبر قرآن کریم میں عجب رنگ میں دی گئی تھی چنانچہ آتا ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ○ (البقرۃ: ۲۷۶ تا ۲۷۷)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے سُود کے حرام ہونے کا حکم دیا ہے۔ نادان کہتے ہیں سود اور خرید و فروخت میں کیا فرق ہے؟ وہ نہیں جانتے کہ ان میں اگر کوئی فرق نہ ہو اور دونوں ایک جیسے ہوں تو خدا ان میں سے ایک کو حرام اور ایک کو حلال کیوں قرار دیتا؟ اللہ کے حرام قرار دینے سے ہی ظاہر ہے کہ ان میں بہت بڑا فرق ہے۔ پس یاد رکھو کہ جو لوگ اب سود سے باز آگئے وہ آگئے ورنہ جو باز نہ آئے وہ یاد رکھیں کہ وہ آگ یعنی لڑائی میں ڈالے جائیں گے۔ اور اس میں ہمیشہ رہیں گے یعنی اس کے اثرات ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ پھر خدا سود کو مٹائے گا اور صدقات کو بڑھائے گا۔

یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ کوئی حکومت ایک لمبے عرصہ تک لڑائی جاری نہیں رکھ سکتی۔ ایسی لمبی لڑائیاں جو قوموں کو پیس دیتی ہیں' لاکھوں عورتوں کو بیوائیں اور کروڑوں بچوں کو یتیم کر دیتی ہیں' وہ لڑائیاں جو لاکھوں بیٹوں کو تباہ اور لاکھوں باپوں کو ہلاکت کے گھاٹ اتار دیا کرتی ہیں' وہ تب ہی جاری رہ سکتی ہیں جب کہ سود کے ذریعہ مالی حالت کو قائم رکھا

جائے۔ اس جنگ میں سات کروڑ روپیہ روزانہ صرف گورنمنٹ انگریزی کا صرف ہوتا تھا اور جرمنی کا بھی اسی قدر بلکہ اس سے بھی زیادہ خرچ ہوتا ہوگا۔ اگر سود کا دروازہ کھلا نہ ہوتا تو جرمنی اس خرچ کو ایک سال تک بھی برداشت نہ کرسکتا اور نہ جنگ کو اتنے عرصے تک چلا سکتا۔ اور اس کا سارا اندوختہ تھوڑی ہی مدت میں ختم ہو جاتا۔ پھر اس نے کیا کیا؟ یہی کہ سود کے ذریعہ اتنی مدت تک خرچ چلاتا رہا۔ پھر لڑائی کی بنیاد بھی سود ہی کی وجہ سے پڑی۔ یہ ٹھیک ہے کہ اتحادی حکومتوں نے اندفاعی طور پر جنگ کی۔ لیکن جرمنی کو کس چیز نے لڑائی چھیڑنے کی جرأت دلائی؟ اسی سود نے۔ وہ سمجھتا تھا کہ اگر جنگ شروع ہو گئی تو سود کے ذریعہ میں جس قدر روپیہ چاہوں گا حاصل کرلوں گا اور جنگ جاری رکھ سکوں گا۔ اگر سود کا دروازہ نہ کھلا ہوتا تو اس قدر عظیم الشان جنگ جاری رکھنے کا اسے خیال ہی نہ آتا۔ پھر اگر براہ راست جرمنوں پر ٹیکس پڑتے۔ تو وہ ایک سال بھی لڑائی جاری نہ رکھ سکتے۔ اور فوراً ملک میں شور پڑ جاتا کہ ہم اس قدر بوجھ برداشت نہیں کرسکتے۔ لیکن سود کے ذریعہ روپیہ لے کر لوگوں کو اس بوجھ سے غافل رکھا جاتا ہے جو جنگ کے لمبا کرنے کی وجہ سے ان پر پڑتا ہے اور اس طرح ان کو ناراض نہیں ہونے دیا جاتا۔

اسلام نے سُود کی کیوں ممانعت کی؟

پس سُود ہی لڑائیوں اور بدامنیوں کے پھیلانے والا ہے۔ اور جو لوگ کہتے ہیں کہ اس کے بغیر ترقی نہیں ہوسکتی وہ جھوٹ کہتے ہیں۔ صحابہؓ کے زمانہ میں جب کہ دو دو کروڑ روپیہ ایک ایک شخص کے پاس ہوتا تھا کیا اس وقت سود ہی کے ذریعہ تھا۔ سُود کو تو وہ حرام سمجھتے تھے۔ پس یہ غلط ہے کہ سُود کے بغیر مال میں ترقی نہیں ہوسکتی۔

پھر سود لینے سے انسان کاہل اور سست ہو جاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اتنی آمدنی تو ضرور ہی ہو جائے گی۔ پھر کوئی کام کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ لیکن اسلام اس کو سخت ناپسند کرتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ ہر ایک انسان محنت کرے اور اپنے آپ کو ملک اور قوم کے لئے مفید بنائے۔

پس اسلام نے سود سے منع کیا اور زکوٰۃ اور وراثت کے طریق کو جاری کیا۔ اس ذریعہ سے دولت کسی خاص خاندان میں جمع نہیں رہ سکتی۔ بلکہ جو محنت کرے وہی مالدار ہو سکتا ہے۔ اور غریبوں کے راستے میں تو کوئی روک نہیں رہتی۔

غرض سُود کے روکنے کا مسئلہ نہایت ہی حکیمانہ مسئلہ تھا مگر افسوس کہ خود مسلمانوں نے لالچ

اور حرص میں پڑ کر نہ صرف اس کی خوبی کو چھپایا۔ بلکہ دشمنان اسلام کو یہ کہنے کا موقع دیا کہ اسلام کی تعلیم ہر زمانہ کے لئے قابل عمل نہیں اور دنیا کی ترقی میں روک ہے۔

احمدیوں کو سُودی لین دین سے پرہیز کرنا چاہئے

دوسرے لوگوں سے تو جو غلطی ہوئی سو ہوئی میں احمدیہ جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اس اعتراض کے دور کرنے کے لئے بھی کمربستہ ہو جاوے اور اسلام کا بے عیب ہونا ثابت کرے۔ اور اس طرح کامل عباد میں اپنے آپ کو شامل کردے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں سود کو مٹاؤں گا اور صدقات کو بڑھاؤں گا اور یہ اسلام ہی کی ترقی کے ساتھ وابستہ ہے۔ گویا یہ پیشگوئی ہے کہ اس جنگ عظیم کے بعد جو سود خور قوموں میں ہوگی اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ترقی دے گا جو سود سے پرہیز کرتے ہوں گے اور صدقات پر زور دیتے ہوں گے۔ یعنی بجائے غریب سے کچھ لینے کے جیسا کہ سود خور کرتا ہے وہ غریبوں کی مدد کرے گا پس تمام احمدیوں کو چاہئے کہ سود کے لینے اور دینے سے پرہیز کریں۔ کیونکہ یہ خدا تعالیٰ سے لڑائی ہے۔ اور میں نہیں جانتا کون خدا سے لڑ سکتا ہے۔ اور پھر یہ ایسا حکم ہے جس کی وجہ سے اسلام پر دشمن حملہ کرتا ہے۔ اور اس میں کمزوری دکھانی اسلام پر حملہ کروانا ہے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذَالِکَ۔

عبد بننے کے لئے جن دو باتوں کی ضرورت تھی ان میں سے ایک کو میں بیان کرچکا ہوں۔ یعنی ان فرائض کو پورا کرنا جو انسان کے ذمہ لگائے گئے ہوں۔ اب میں دوسرے حصہ کو لیتا ہوں۔

عبد بننے کے لئے دوسری ضروری باتیں

جیسا کہ میں بتا چکا ہوں عبد بننے کے لئے دوسری ضروری بات یہ ہے کہ وہ اپنے فرائض ادا کرنے کے ساتھ یہ بھی دیکھتا رہے کہ دوسرے عبد بھی اپنا کام دیانتداری سے ادا کررہے ہیں یا نہیں؟ کیونکہ سچی ہمدردی اور خیر خواہی یہی ہوتی ہے کہ انسان نہ خود نقصان کرے اور نہ نقصان ہونے دے۔ کبھی کوئی نوکر وفادار نہیں کہلا سکتا جب تک کہ وہ اپنے آقا کے مال کے ضائع ہونے کا ہر حالت میں خیال نہیں رکھتا خواہ وہ اس کے سپرد ہو خواہ غیر کے۔ اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ (آل عمران:۱۱۱) کہ اے مسلمانو! تم اچھے لوگ ہو

خیر امت ہو کیوں؟ اس لئے کہ تم لوگوں کے فائدہ کے لئے نکالے گئے ہو۔ یعنی تمہارا یہی کام نہیں کہ اپنے آپ کو نیک اور خدا کے عبد بناؤ بلکہ یہ بھی ہے کہ اوروں کو بھی ایسا ہی بنانے کی کوشش کرو۔ عام طور پر اس آیت کے یہ معنی کئے جاتے ہیں کہ مسلمانوں کو خدا تعالیٰ نے اس لئے خیر امت کہا ہے کہ وہ دوسروں میں تبلیغ دین کرتے ہیں۔ مگر بات یہ نہیں بلکہ خیر امت للناس کی وجہ سے کہا گیا ہے یعنی تم سے پہلے تو لوگوں کے لئے محدود حلقے تبلیغ کے ہوتے تھے مگر تم کو ساری دنیا کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ ورنہ تبلیغ تو پہلے نبیوں کے متبع بھی کرتے تھے۔ ان کو خیر امت کیوں نہ کہا گیا۔ اسی لئے کہ ان کا کام زیادہ وسیع اور ان کی ذمہ داری اتنی بڑی نہ تھی۔

تو یہ دوسرا فرض ہے جو اسلام نے خدا تعالیٰ کا عبد بننے کے لئے قرار دیا ہے۔ بے شک ہماری جماعت اس فرض کی ادائیگی کے لئے کوشش کرتی ہے۔ لیکن جس قدر کوشش کی جاتی ہے اس سے ہزاروں اور لاکھوں درجے زیادہ کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔

امر بالمعروف کی تلقین

آگے اس فرض کو ادا کرنے کے بھی دو طریق ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ اپنے یعنی مسیح موعودؑ کے ماننے والے لوگوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی جائے۔ ایک احمدی دوسرے احمدی کو سمجھائے نصیحت اور وعظ کرے۔ یہ بھی بڑا بھاری فرض ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اُنْصُرْ اَخَاکَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا۔ (بخاری کتاب المظالم باب اعن اخاک ظالما او مظلوما) کہ ہر ایک مسلمان کو چاہیئے کہ اپنے بھائی کی مدد کرے خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ یہ سن کر صحابہؓ حیران ہو گئے۔ اور انہیں حیران ہونا بھی چاہیئے تھا۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جیسا عادل اور منصف انسان کہ جس نے دنیا میں عدل و انصاف کو قائم کیا۔ اس کے مونہہ سے ان الفاظ کا نکلنا کہ اپنے ظالم بھائی کی بھی مدد کرو کچھ کم قابل تعجب نہ تھا۔ پس ایک صحابیؓ نے دریافت کیا یا رسول اللہؐ مظلوم بھائی کی تو مدد ہوئی۔ لیکن ظالم کی کیا مدد کی جائے۔ آپؐ نے فرمایا ظالم کی مدد یہ ہے۔ کہ اس کا ہاتھ ظلم کرنے سے روک دیا جائے۔ مثلاً اگر ایک شخص ڈاکہ مارنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اور دوسرا اسے روک دے تو یہ اس کی مدد ہوگی۔

پس اس فرض کو ادا کرنا بھی نہایت ضروری ہے۔ اگر آپس میں حق بیان کیا جائے۔ اور ایک دوسرے کو وعظ نصیحت کی جائے تو جماعت کبھی تنزل کی طرف نہیں جا سکتی حضرت ابن عباسؓ سورہ اعراف کی آیت وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَا نِ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ

مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا قَالُوْا مَعْذِرَةً إِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ○ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖٓ أَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَأَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۭ بَئِيْسٍۭ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ○ (الاعراف:۱۶۵-۱۶۶) جب پڑھتے تو رو پڑتے۔ کیونکہ فرماتے کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ عذاب الٰہی سے صرف وہی گروہ بچتا ہے۔ جو دوسروں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہے۔ اور آج کل مسلمانوں میں ایسے لوگ ہیں جو اس کام سے جی چُراتے ہیں یہ تو عبداللہ بن عباسؓ کا اس زمانہ کے لوگوں کے متعلق خیال ہے جن میں سے کثیر حصہ حق گوئی میں مشہور تھا۔ اگر آج کل کا حال دیکھا جاوے تو حق پوشی کی کوئی انتہاء ہی نہیں۔ لوگ تبلیغ سے اس طرح ڈرتے ہیں جس طرح موت سے خوف کیا جاتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے تبلیغ کو کتنا بڑا فرض قرار دیا ہے فرماتا ہے۔

وَإِذْ قَالَتْ أُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمًا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ أَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا قَالُوْا مَعْذِرَةً إِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ○ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖٓ أَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَأَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۭ بَئِيْسٍۭ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ (الاعراف: ۱۶۵، ۱۶۶)

ایک قوم تھی اس میں کچھ لوگ ایسے تھے جو اپنی قوم کو وعظ کرتے تھے۔ ان کو ایک اور فریق نے کہا کہ تم کیوں اس قوم کو وعظ کرتے ہو یہ تو ہلاک ہونے اور سخت عذاب پانے والی ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم اس وجہ سے ان کو نصیحت کرتے ہیں کہ (۱) خدا تعالیٰ کے سامنے معذرت کر سکیں کہ ہم نے اپنی طرف سے بات پہنچا دی تھی۔ (۲) اس لئے کہ سمجھانے سے ہمیشہ فائدہ ہوتا ہے شاید لوگ ہدایت پاویں اور تقویٰ اختیار کریں۔ لیکن جب ان لوگوں نے سمجھانا ترک کر دیا ان باتوں کا جن کی بابت ان کو سمجھایا جاتا تھا۔ تو ہم نے ان لوگوں کو جو برے کاموں سے روکتے تھے۔ بچا لیا۔ اور ظالموں کو ان کے بد اعمال کی وجہ سے ہلاک کر دیا۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ روکنے والے تھے صرف وہ عذاب سے بچائے گئے اور باقی سب ظالم قرار دے کر ہلاک کئے گئے۔

امر بالمعروف کی تلقین حکمت سے کرنی چاہئے

پس لوگوں کو برائیوں سے بچنے کا وعظ کرنا بہت ضروری اور اہم امر ہے۔ اس کی ادائیگی کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہئے۔ اور اس کو کبھی نظرانداز نہیں ہونے دینا

چاہئے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی حکمت سے بھی کام لینا چاہئے۔ اور سمجھانے کی ایسی طرز اور ایسا طریق ہونا چاہئے کہ جس کو سمجھایا جائے اسے نہ تو غصہ آوے اور نہ سمجھنا اس کے لئے مشکل ہو۔ اگر عام وعظ ہو تو بھی ایسے رنگ میں بیان کیا جائے کہ جس کو سمجھانا ہو اس کی طرف کوئی اشارہ نہ ہو۔ میں تو اتنی احتیاط کیا کرتا ہوں کہ اگر کسی خاص واقعہ سے مجھے کسی نصیحت کرنے کی تحریک ہو تو بالعموم کئی ماہ کے بعد جاکر اس کا ذکر وعظ میں کرتا ہوں اور وہ بھی عام رنگ میں تاکہ لوگوں کا ذہن اس واقعہ کی طرف نہ منتقل ہو۔

عام تبلیغ

دوسری شق اس فرض کی عام تبلیغ ہے اور اس کی بھی آگے دو شقیں ہیں۔ ایک وہ جو ہر ایک فرد پر منفردانہ طور پر واجب ہے۔ یعنی ہر ایک مسلمان کا فرض رکھا گیا ہے کہ وہ اپنی لیاقت کے بموجب اسلام کی صداقت کو دنیا میں پھیلائے۔ انسان کے دل میں اس جذبہ کا پیدا ہو جانا بہت بڑی ترقی کا موجب ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ جب فوت ہوئے تو یہ سمجھا گیا کہ آپؑ اچانک فوت ہو گئے ہیں۔ لیکن مجھے پہلے سے اس کے متعلق کچھ ایسی باتیں معلوم ہو گئی تھیں جن سے معلوم ہوتا تھا کہ کوئی بڑا انقلاب آنے والا ہے۔ مثلاً میں نے رؤیا میں دیکھا کہ میں مقبرہ بہشتی سے ایک کشتی پر آرہا ہوں۔ رستہ میں پانی اس زور شور کا تھا کہ سخت بھنور پڑنے لگا اور کشتی خطرہ میں پڑ گئی۔ جس سے سب لوگ جو کشتی میں بیٹھے تھے ڈرنے لگے۔ جب ان کی حالت مایوسی تک پہنچ گئی تو پانی میں سے ایک ہاتھ نکلا جس میں ایک تحریر تھی اس میں لکھا تھا کہ یہاں ایک پیر صاحب کی قبر ہے ان سے درخواست کرو تو کشتی نکل جائے گی۔ میں نے کہا یہ تو شرک ہے۔ خواہ ہماری جان چلی جائے ہم اس طرح نہیں کریں گے۔ اتنے میں خطرہ اور بھی بڑھ گیا اور ساتھ والوں میں سے بعض نے کہا کیا حرج ہے ایسا ہی کر دیا جائے۔ اور انہوں نے پیر صاحب کو چٹھی لکھ کر بغیر میرے علم کے پانی میں ڈال دی۔ جب مجھے معلوم ہؤا تو میں نے اس چٹھی کو کود کر نکال لیا اور جونہی میں نے ایسا کیا وہ کشتی چلنے لگ گئی اور خطرہ جاتا رہا۔

جب حضرت صاحبؑ فوت ہوئے اس وقت خدا تعالیٰ نے میرا دل نہایت مضبوط کر دیا۔ اور فوراً میرا ذہن اس طرف منتقل ہؤا کہ اب ہم پر بہت بڑی ذمہ داری آپڑی ہے۔ اور میں نے اسی وقت عہد کیا کہ الٰہی میں تیرے مسیحؑ موعود کی لاش پر کھڑا ہو کر اقرار کرتا ہوں کہ خواہ اس کا کام کرنے کے لئے دنیا میں ایک بھی انسان نہ رہے تو بھی میں کرتا رہوں گا۔ اس وقت مجھ

میں ایک ایسی قوت آگئی کہ میں اس کو بیان نہیں کر سکتا۔

پس جب کوئی انسان اپنی ذمہ داری کو سمجھ لے تو اس کا دل بہت مضبوط ہو جاتا ہے۔ ہر ایک احمدی کو چاہئے کہ تبلیغ احمدیت کو اپنا فرض سمجھے اور اس کے لئے جس قدر بھی ہو سکے کوشش کرے۔ اور اگر کوشش کرے گا تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کی مدد کرے گا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ کوئی ہماری بات نہیں سنتا کوئی ہماری طرف توجہ نہیں کرتا پھر ہم تبلیغ کس طرح کریں۔ لیکن میں کہتا ہوں کوئی وجہ نہیں کہ پشاور جیسے علاقہ سے تو ایک شخص کوشش کر کے سعید روحوں کو نکال لے مگر امن کی جگہ میں رہنے والے کچھ نہ کر سکیں۔ انگلستان، نائیجیریا، مصر، ماریشس، سیلون وغیرہ جیسے دور دراز علاقوں سے تو حق کو قبول کرنے والوں کی جماعت پیدا ہوتی رہے مگر ہندوستان والوں میں سے ایسے لوگ نہ نکل سکیں۔ اصل بات یہ ہے کہ ایسا شخص جو تبلیغ میں سستی کرتا ہے اپنی ذمہ داری کو نہیں سمجھتا۔ یہ ٹھیک ہے کہ ہم ظاہری طور پر کمزور ہیں۔ اور یہ بھی صحیح ہے کہ کیا بلحاظ افراد کے اور کیا بلحاظ جماعت کے ہمارے اندر کشش کی کوئی ظاہری چیز نہیں۔ لیکن اگر ہم کوشش کریں تو ضرور ہے کہ ہم کامیاب ہو جائیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کے ہمارے ساتھ وعدے ہیں۔ پس تم لوگ اس کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ مجموعی طور پر بھی اور انفرادی طور پر بھی۔ انفرادی طور پر تو اس طرح کہ ہر احمدی اپنے آپ کو مبلغ سمجھے۔ اور مجموعی طور پر اس طرح کہ اشاعت اسلام اور تبلیغ اسلام کے لئے جو کام ہو رہا ہے اس میں اپنے مال کو خرچ کرے۔ بے شک تم لوگ اسے بڑا سمجھو گے اور یہ واقع ہے کہ ساری دنیا کو تبلیغ کرنے کا کام ہمارے لئے ایسا ہی ہے جیسا کہ آسمان کو سر پر اٹھانے کا۔

لوگوں نے ایک قصہ بنایا ہوا ہے کہتے ہیں۔ ایک پرندہ ہے جس کا نام ٹِدّا ہے۔ وہ رات کو لاتیں اوپر کر کے سوتا ہے تاکہ اگر آسمان نیچے گر پڑے تو غافل اور بے خبر دنیا تباہ نہ ہو جائے بلکہ وہ آسمان کو اپنی لاتوں پر اٹھائے رکھے۔ یہ تو ایک قصہ ہے لیکن بلاشبہ ہماری یہی مثال ہے۔ ہاں ایک فرق ہے اور وہ یہ کہ اس پر نہ تو آسمان گرتا ہے اور نہ وہ اسے سہارتا ہے۔ مگر دنیا پر آسمان گرتا ہے اور ہمارا سلسلہ اس کو سہارتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے آسمان کو اٹھانے کا گر بتا دیا ہے۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ○ (الانفال: ۳۴) یعنی خدا تعالیٰ کے عذاب کو روکنے والی دو ہی چیزیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ خدا کا رسول ان میں موجود ہو۔ دوسری یہ کہ ان میں ایک جماعت ایسی موجود ہو جو استغفار کرتی رہتی ہو۔

پس گو وہ جانور آسمان کو نہیں اٹھا سکتا مگر ہماری جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے آسمان کو اٹھا رہی ہے اور اٹھا سکتی ہے۔

تبلیغی مشن

میں نے گزشتہ سالانہ جلسہ پر کہا تھا کہ مختلف مشن قائم کئے جائیں گے۔ اس کے بعد کئی ایک لوگ ہمارے مشنوں کے ذریعہ داخل سلسلہ ہوئے ہیں اور مشن پہلے سے زیادہ مضبوط ہو رہے ہیں۔ ایران میں مبلغ نہیں بھیجے جا سکے جس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں کے لئے جو آدمی تیار کئے گئے تھے انہیں ایک اور جگہ بھیج دیا گیا ہے۔ امریکہ کے لئے انتظام کیا جا رہا ہے اور مفتی صاحب کو تار دیا گیا ہے کہ جس قدر جلد ہو سکے امریکہ روانہ ہو جائیں امریکہ کے متعلق حال ہی میں مجھے ایک عجیب رؤیا ہوئی۔ لکھنؤ کی خلافت کمیٹی کی اطلاع ابھی مجھے نہیں ملی تھی کہ میں نے دیکھا کسی جماعت کا میرے پاس ایک خط آیا ہے جس میں وہ مجھ سے کام کرنے کا مشورہ طلب کرتے ہیں۔ میں نے انہیں کہا کہ امریکہ کی طرف نکل جاؤ اور تبلیغ اسلام کرو۔ اس کے ساتھ ہی میں انہیں یہ بھی کہتا ہوں کہ میں تمہیں ثواب کا موقع دینا چاہتا ہوں ورنہ میں خود گڈریا بن کے امریکہ چلا جاؤں تو سارے امریکہ کو مسلمان بنالوں۔ گویا میں نے ان کو جواب میں یہ خط لکھا ہے۔ پھر میں نے دیکھا کہ ان کی طرف سے خط آیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ یہاں انجمن کا اجلاس ہؤا اس میں تم متمثل ہو کر ظاہر ہوئے اور کہا کہ اگر میں گڈریا بن کے امریکہ میں نکل جاؤں تو سارے امریکہ کو مسلمان بنالوں۔

آج ہی چودھری فتح محمد صاحب کا خط آیا ہے جس میں وہ لکھتے ہیں کہ امریکہ کا ایک شخص جو بڑا شاعر اور مصور ہے مجھ سے ملا اور گفتگو کے بعد مسلمان ہو گیا۔ امریکہ میں تبلیغ کرنے کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ذرائع پیدا ہو رہے ہیں اور میں امید کرتا ہوں کہ ہمیں اس ملک میں اچھی کامیابی ہوگی۔ اس کے علاوہ اور مشنوں کے لئے بھی تجاویز ہو رہی ہیں۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے آوازیں آرہی ہیں اور کہا جا رہا ہے کہ اٹھو اور اٹھ کر دنیا میں پھیل جاؤ۔ اس میں شک نہیں کہ بڑی بڑی مشکلات ہمارے راستہ میں ہیں۔ اور شیطان پورے زور سے حملہ آور ہو رہا ہے۔ مگر ضروری ہے کہ تم لوگ بھی اس کا اچھی طرح مقابلہ کرو اور پورے طور پر اس کے خلاف کھڑے ہو جاؤ۔

یہ وہ باتیں ہیں جو آج میں آپ لوگوں کو کہنی چاہتا تھا۔ اگر یہ پوری ہو گئیں یعنی جو تم پر فرائض ہیں ان کو تم نے ادا کر دیا۔ اور دوسروں سے ان کے فرائض ادا کرانے کی کوشش کی تو

سمجھ لو کہ تم خدا تعالیٰ کے عبد بن جاؤ گے۔ اور جب عبد بن جاؤ گے۔ تو فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ والی آیت تمہارے لئے پوری ہو جائے گی۔ اور تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ خدا تعالیٰ آپ کو اس امر کی توفیق دے۔

اس کے ساتھ ہی میں احباب کو نصیحت کرتا ہوں کہ ان دنوں خدا کی یاد میں کثرت سے مشغول رہیں۔ اور دعاؤں میں خوب لگے رہیں۔ اور اگر اپنے سلسلہ کے مبلغوں کی کامیابی کے لئے دعائیں کریں تو بہت مفید نتیجہ نکل سکتا ہے۔ پس تم لوگ جہاں اپنے نفس کے لئے دعائیں کرتے ہو وہاں مبلغین کے لئے کیوں نہیں کرتے؟ ان کے لئے بھی ضرور کرو۔ اور یاد رکھو کہ جب ان کے لئے کرو گے تو وہ تمہارے اپنے ہی لئے ہوں گی کیونکہ خدا تعالیٰ کہے گا کہ جب یہ میرے ان بندوں کے لئے دعائیں کرتے ہیں جو میری راہ میں نکلے ہوئے ہیں تو میں ان کے کام پورے کر دیتا ہوں۔

خدا تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ آمین